رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

عمر بخانہ جناب میر محمد اسحاق صاحب
ناظر ضیافت - دارالانوار
قادیان
Qadian

قیمت چندہ
ہندوستان - سالانہ عام ۔ خاص ۔ ششماہی [illegible]
[illegible]

فاروق قادیان

ایڈیٹر - میر قاسم علی احمدی

تاریخ اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۶ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۷ مئی ۱۹۳۸ء | نمبر ۱۷

میری خانہ آبادی

میرے احباب اور ناظرین فاروق کو علم ہوگا۔ کہ ۲۲ مئی ۳۷ء کو میری اہلیہ صاحبہ لمبی بیماری کے بعد یکایک حرکت قلب کے بند ہونے سے فوت ہوگئیں۔ مرحومہ کا وجود میرے لئے خدا تعالیٰ کی ایک رحمت تھی۔ جس کی دائمی جدائی سے مجھ پر غم و الم کا ناقابل برداشت پہاڑ گر گیا۔ اگر خدا کا رحم اور سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کا کرم اور احباب سلسلہ کی دلی ہمدردی اور قلبی دعائیں میرے شامل حال نہ ہوتیں۔ تو احتمال تھا۔ کہ میں اس صدمہ میں ہلاک ہو جاتا۔ چنانچہ ایک ماہ کامل تو میرے حواس بھی مختل ہی رہے۔ آخر ۲۲ جون ۳۷ء سے خدا نے مجھے توفیق بخشی۔ کہ میں نے آستانہ الٰہی پر سر رکھ دیا۔ اور نیم شبی نوافل اور دعاؤں کو اس صدمہ سے نجات کا ذریعہ بنایا۔ خدا سے وہ کچھ مانگا۔ جو اس کے علم میں میرے دین و دنیا و عقبےٰ کے لئے خیر و برکت کا موجب ہو۔ خدا نے میری اضطراری دعاؤں کو سنا۔ اور مجھے بطفیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام بتایا اور دکھایا۔ کہ میرے لئے جو بہتر ہے۔ وہ اس طرح سے ہوگا۔ فلاں وقت ہوگا۔ جس میں انسانی سعی و تدابیر کا مطلق دخل نہ پایا جائے گا۔ مجھے خدا نے دعاؤں اور استخاروں کے دوران میں چار رویاء دکھلائے۔ جو میں نے انہی ایام میں اپنے دلی ہمدرد اور بزرگ و محترم حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب ریٹائرڈ سول سرجن اور مکرم حضرت قبلہ مفتی محمد صادق صاحب سلمہ اللہ اور برادرم محمد یامین صاحب تاجر کتب اور اخی المعظم مولانا غلام رسول صاحب صوفی آف راجیکی اور بعض دیگر دوستوں کو سنا دیئے تھے۔ الحمدللہ کہ خدا کے دکھائے ہوئے خوابوں کے عین مطابق مجھ کو وہ دن دکھا دیا۔ کہ میری تنہائی اور پریشانی کو دور کر کے محض اپنے فضل اور احسان و کرم سے محترم معظم خانصاحب رشید احمد خاں ریٹائرڈ ہیڈ کنسٹیبل سکنہ سہارن پور حال مہاجر قادیان کی دختر کلاں رشیدہ بیگم صاحبہ کو میری دعاؤں کا نتیجہ اور خوابوں کی تعبیر بنا دیا۔ الحمدللہ علےٰ ذٰلک۔ خان صاحب ممدوح اور ان کے اہل بیت کے دلوں پر تصرف الٰہی ہُوا۔ جنہوں نے خدا کی رضا کیلئے شرح صدر سے ۲ مئی ۳۸ء کو بروز پیر اپنی پیاری دختر موصوفہ کا نکاح اس ناچیز خادم کے ساتھ کر دیا۔ اور حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے بعد نماز عصر مسجد مبارک میں خطبہ نکاح بعوض مہر ایک ہزار روپیہ پڑھ کر اعلان کر دیا۔ خداوند جل جلالہ، اس تعلق کو جو خدا کے ہی ہاتھوں قائم ہُوا ہے۔ جانبین کے لئے خیر و برکت کا مجموعہ بنائے۔ اور ہر شر سے بچائے۔ آمین۔ میں اپنے حق میں اس نکاح کو خدا تعالےٰ کی قدرت کا نشان۔ اور منکوحہ کو عطیہ الٰہی اور خدا کی نعمت اور رحمت یقین کرتا ہوں۔ میری روح خدا کے آستانہ پر فرط خوشی سے گری جاتی ہے۔ انشاءاللہ مفصل واقعات اور تمام رویاء کسی دوسرے وقت کیلئے چھوڑتا ہوں۔ احباب سے التجا کرتا ہوں کہ وہ میرے لئے بہت دعا فرماویں۔ کہ یہ نکاح مبارک ہو۔ آمین

(خاکسار ایڈیٹر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں

المناک انتقال

(۱) نہایت ہی رنج اور افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ کہ ۲؍مئی کی صبح کو ایک نہایت ہی المناک واقعہ پیش آیا۔ حافظ بشیر احمد صاحب جالندھری مولوی فاضل مجلس خدام الاحمدیہ کے رکن کی حیثیت سے صبح ایک پارٹی کے ساتھ محلہ دارالرحمت میں نالیاں درست کر رہے تھے۔ کہ دفعۃً انہیں سر درد کی شکایت ہوئی۔ جو آناً فاناً بے حد شدت اختیار کر گئی۔ اور آپ بے ہوش ہو گئے۔ انہیں اٹھا کر نور ہسپتال میں لے جایا گیا۔ اور ممکن طبی امداد بہم پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن افسوس کہ کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ اور نو بجے کے قریب ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

موت کے واقعہ ہونے کے متعلق ڈاکٹروں کی رائے یہ ہے۔ کہ دماغ کی رگ پھٹ جانے کی وجہ سے ہوئی۔ یہ جوانا مرگ نہایت ہی المناک ہے۔ اور اس لحاظ سے اس الم میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ کہ مرحوم جہاں نہایت نہایت مخلص دیندار اور پُرجوش خادم احمدیت تھا۔ وہاں صوفی علی محمد صاحب ملازم میاں میر کا اکلوتا بچہ تھا۔ ہمیں اس صدمہ میں جناب صوفی صاحب سے دلی ہمدردی ہے۔ خدا تعالےٰ ہی ان کے قلب محزون کا چارہ ساز ہو۔ مرحوم نے اپنی یادگار ہیں چند ماہ کی ایک چھوٹی بچی چھوڑی ہے۔

بعد نماز عصر مرحوم کا جنازہ اٹھایا گیا۔ ایک بہت بڑا مجمع ساتھ تھا۔ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں تھوڑی دیر نعش رکھ کر چہرہ دکھایا گیا۔ اور پھر باغ میں حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور مرحوم کو مقبرہ بہشتی میں دفن کیا گیا۔ احباب دعائے مغفرت کریں۔ اور مرحوم کے متعلقین کے لئے صبر کی دعا کریں۔

میاں بشیر احمد صاحب مرحوم

(۲) میاں بشیر احمد صاحب ابن میاں معراج الدین صاحب لاہور رنگون میں عرصہ تقریباً چھ سال سے ایک کمپنی میں کام کرتے تھے۔ ماہ جنوری ۱۹۳۸ء کو اچانک بیمار ہو گئے۔ اور تقریباً تین ماہ تک سخت بیمار رہے۔ اپریل میں قدرے صحت ہو گئی۔ اور آپ دو دن اپنے دفتر میں بھی گئے۔ انہی دنوں میں بھی قادیان سے واپس آیا تھا۔ مجھے بھی میرے مکان پر ملنے تشریف لائے۔ اگرچہ کمزور بہت ہو گئے تھے۔ مگر ویسے ظاہری طور پر کوئی فکر کی بات معلوم نہ ہوتی تھی۔ ۲۰؍اپریل کو میرے پاس سے گئے۔ تو گھر جا کر بخار ہو گیا۔ اور دوبارہ نمونیہ کا حملہ ہوا۔ جس کی وجہ سے مرحوم جانبر نہ ہو سکے۔ مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ نہایت خوش خلق۔ نیک طبیعت اور احمدیت کے لئے غیرت رکھنے والے تھے۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ ایک قسم کا عشق تھا۔ چندوں میں باقاعدہ تھے۔ اور موصی تھے۔ یہاں بھی مختلف دوستوں کی حتی الامکان امداد فرماتے رہتے تھے۔ ان کی وفات کی خبر دوستوں کو دی گئی۔ جو فوراً جمع ہونے شروع ہو گئے۔ مگر سنگدل معاندین نے تدفین میں رکاوٹ پیدا کرنی شروع کر دی۔ رنگون کارپوریشن کے ہیلتھ افیسر سے جو کہ ایک ہندو ہیں۔ اور نہایت ہی شریف ہیں۔ ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے ایک جگہ معین کر دی۔ اور مرحوم کو وہاں سپرد خاک کر دیا گیا۔ اس طرح دشمن اپنے منصوبے میں نہایت ناکام ہوا۔ تمام احباب دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ میاں صاحب مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ مرحوم کے گھر کوئی لڑکا نہیں تھا۔ بلکہ صرف تین لڑکیاں تھیں۔ ایک لڑکی تو شادی شدہ ہے اور دو لڑکیاں ابھی چھوٹی ہیں۔ مجھے اور تمام جماعتہائے برما کو مرحوم کے پسماندگان کے ساتھ پوری پوری ہمدردی ہے۔ اور ہم سب دعا گو ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ (احمد خاں نسیم برما)

(۳) یہ خبر نہایت ہی رنج اور افسوس کے ساتھ سنی جائیگی۔ کہ جناب خانصاحب فقیر محمد خان صاحب ایگزیکٹو انجینئر آف چارسدہ جو سلسلہ کے نہایت مخلص فرد تھے۔ ۱۴؍مئی کو اچانک وفات پا گئے۔ اخبارات میں جو خبر شائع ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ۱۴؍مئی شام کے وقت خان صاحب فقیر محمد صاحب معہ دو اور اصحاب کے وکٹوریہ میموریل ہال پشاور کی چھت پر چڑھے۔ اس ہال میں سرحدی اسمبلی کا گذشتہ اجلاس ہوا تھا۔ اور ان دنوں اسکی مرمت کی جا رہی تھی۔ کہ اچانک چھت گر پڑی۔ اور تینوں اصحاب فرش پر آ پڑے۔ خان صاحب اور ان کا ایک ساتھی اس حادثۂ عظیمہ کی وجہ سے اسی وقت وفات پا گئے۔ اور تیسرے کو نازک حالت میں ہسپتال پہنچایا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ہمیں اس صدمہ میں جناب خان صاحب کے تمام خاندان بالخصوص ان کے بڑے بھائی جناب خان محمد اکرم خانصاحب سے دلی ہمدردی ہے۔ اور ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ گزشتہ سال خانصاحب کا نوجوان لڑکا لفٹنٹ نثار احمد خاں سرحد میں مارا گیا تھا۔ اور اب اس حادثہ کی وجہ سے ان کی اپنی وفات ہو گئی۔ بیرونی جماعتوں کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے اپنے مقام پر خانصاحب کا جنازہ غائب پڑھیں۔ اور ان کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے دعا کریں۔

(۴) جماعت احمدیہ امرتسر کا پُرجوش اور مخلص نوجوان گیانی محمد لطیف خاں ۲۹؍اپریل کو بمرض ہیضہ وفات پا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ تبلیغی اغراض کے مدنظر مرحوم نے گذشتہ سال گیانی کا امتحان پاس کیا تھا۔ تبلیغ احمدیت کا خاص شوق تھا۔ اور سلسلہ کے لئے ہر قسم کے چندوں میں نمایاں حصہ لیتا تھا۔ احباب دعائے مغفرت کریں۔

انتخاب عہدیداران کے متعلق ضروری اعلان

انتخابات عہدیداران جماعت ہائے احمدیہ کے متعلق حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے تازہ ارشاد کی روشنی میں جماعتہائے احمدیہ کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ ایک حلقہ میں کسی انتظامی عہدہ اور قاضی کے عہدہ کے لئے ایک ہی دوست کا انتخاب نہ کیا جائے۔ یعنی جس حلقہ میں کسی دوست کو قاضی منتخب کیا جائے۔ اس حلقہ کے کسی انتظامی عہدہ کے لئے اسی دوست کا انتخاب نہ کیا جائے۔ ہاں کوئی مرکزی قاضی بوقت ضرورت اس شرط کے ساتھ کسی حلقہ کا انتظامی عہدہ دار ہو سکے گا۔ کہ وہ بحیثیت قاضی اس حلقہ کے تنازعات کی سماعت اور فیصلہ نہ کرے۔ جس میں وہ انتظامی عہدہ دار ہے۔ تمام جماعتیں قاضی کے عہدہ کے انتخاب کے وقت اس اصل کو مدنظر رکھیں۔ جن جماعتوں میں انتخاب ہو چکا ہے۔ اور وہ مندرجہ بالا اصل کے ماتحت نہ ہو۔ وہاں دوبارہ اس طرح انتخاب کیا جائے۔ کہ انتظامی اور قاضی کے عہدوں میں سے جس عہدہ کے لئے منتخب شدہ دوست زیادہ موزوں ہوں۔ اس کے متعلق ان کا انتخاب قائم رکھا جائے۔ اور دوسرے عہدہ کے لئے نیا انتخاب کر لیا جائے۔ جہاں پہلا انتخاب اس اصل کے خلاف نہ ہو۔ وہاں نئے انتخاب کی ضرورت نہیں۔ ہر جماعت کی طرف سے جہاں قاضی کے عہدہ کے لئے انتخاب کیا گیا ہو۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی منظوری کے لئے نظارت ہذا میں اطلاع آنا ضروری ہے۔ جن جماعتوں کا پہلا انتخاب قائم رہتا ہو۔ ان کی طرف سے بھی از سرِ نو اطلاع آنا ضروری ہے۔ حضور سے انتخابات کی منظوری حاصل کرنے کے بعد جماعتوں کو اس منظوری سے بذریعہ اخبارات اطلاع دے دی جائے گی۔

انتخاب ہو چکنے کے بعد قاضی معزول نہیں ہو سکے گا۔ سوائے مرکزی دار القضاء یا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے حکم کے۔ (ناظر اعلیٰ)

کامیابی کیلئے درخواست دعا

تمام احمدی احباب سے مؤدبانہ التماس ہے کہ مولوی فاضل کا امتحان قادیان کے سنٹر میں ۹؍مئی ۳۸ء کو شروع ہونے والا ہے۔ تمام امیدواروں کیلئے جو امتحان میں شامل ہو رہے ہیں۔ دعا فرمائی جائے۔ کہ خدا تعالیٰ کامیاب فرما کر اپنے پاک سلسلہ کی خدمت کی توفیق دے۔ (امیدواران امتحان مولوی فاضل)

ٹریکٹس کیسے اور کن مضامین پر ہوں؟

صیغہ نشر و اشاعت نظارت دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے جو سلسلہ ٹریکٹس جاری ہے۔ اس کے متعلق دوست مشورہ دیں۔ کہ ان کو کس طرح زیادہ دلچسپ بنایا جائے۔ اور کن مضامین پر مشتمل ٹریکٹس سال رواں میں پبلک کے سامنے رکھے جائیں۔ فوری توجہ کا متمنی۔ مہتمم نشر و اشاعت۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

جلد ۲۳ قادیان دارالامان مورخہ ۷ رمئی ۱۹۳۸ء نمبر ۱۷

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۲ اپریل ۳۸ء

مجلس شوریٰ میں ناظروں کے کام پر تنقید

جماعت احمدیہ اور بعض حکام کے تعلقات

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میرے سامنے

ایک سوال

اٹھایا گیا ہے۔ جس کے متعلق میں سمجھتا ہوں۔ کہ مجھے جماعت کے سامنے اپنے خیالات کے اظہار کی ضرورت ہے۔ تا جس جس حصہ میں کوئی نقص ہے۔ اسکی اصلاح ہو سکے۔ مجھ سے کہا گیا ہے۔ کہ مجلس شوریٰ کے موقعہ پر

ناظروں کے کام

پر جس رنگ میں تنقید کی جاتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں ناظروں کے کام میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ اور ان کا مقام جماعت کی نگاہ میں گر جاتا ہے۔ اور یہ کہ اس تنقید کا موجب وہ تنقید ہوتی ہے۔ جو کبھی میری طرف سے ناظروں کے کام پر کی جاتی ہے۔ میں اس امر کو تسلیم کرتا ہوں۔ کہ اگر وہ لوگ جن کے ہاتھوں میں سلسلہ کے کام کی باگ ڈور ہو۔ ان کی حیثیت اور مقام لوگوں کی نظروں سے گرا دیا جائے۔ اور لوگوں میں ان کی سُبکی کر دی جائے۔ تو کام میں دقتیں ضرور پیدا ہوتی ہیں۔ اگر یہ امر واقعہ ہو۔ کہ موجودہ حالات میں

ناظروں کا مقام اور ان کی حیثیت

اور ان کے عہدے کا اعزاز اور اکرام کم ہو گیا ہو۔ اور لوگوں کی نظروں میں ان کی عزت نہ رہی ہو۔ تو اس میں شک نہیں۔ کہ ان کو کام میں دقتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اور ہونے کا خطرہ ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں۔ اس سوال کے کئی حصے ہیں۔ اور وہ الگ الگ توجہ کے محتاج ہیں۔ پس میں انہیں علیحدہ علیحدہ لیتا ہوں۔

پہلا حصہ یہ ہے۔ کہ

خلیفۂ وقت کی تنقید

خواہ وہ تربیت کے لئے ہو۔ یا تادیب کے لئے یا ہدایت کے لئے۔ وہ شوریٰ کے دوسرے ممبروں کے دلوں میں تنقید کا ایسا مادہ پیدا کر دیتی ہے۔ کہ جس کے نتیجہ میں تنقید حد سے زیادہ گزر جاتی ہے۔ جو لوگ دوسرے لوگوں سے ملتے جلتے رہتے ہیں۔ اور قسم قسم کے لوگوں سے باتیں کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ میرے متعلق

دونوں قسم کی شکایتیں

سُنی جاتی ہیں۔ ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ یہ ہمیشہ ناظروں کی پیٹھ ٹھونکتے اور ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے جماعت کا نظام درست نہیں ہو سکتا۔ ذرا کسی نے کسی ناظر پر اعتراض کیا۔ تو انہوں نے فوراً اسے گرفت شروع کر دی۔ اور یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ ان کی طرف سے ناظروں کا صحیح طور پر اعزاز قائم نہیں کیا جاتا۔ اور ایسی تنقید ان کے کام پر کی جاتی ہے۔ جس سے وہ لوگوں کی نظروں سے گر جائیں۔ ان دونوں سوالوں کی موجودگی میں یہ ماننا پڑے گا۔ کہ صداقت بہر حال تین میں سے ایک صورت میں ہے۔ یا تو پہلا اعتراض غلط ہوگا۔ کہ یہ ناظروں کے مقابلہ میں جماعت کو زیادہ ڈانٹتے ہیں۔ اور یا پھر یہ غلط ہوگا۔ کہ جماعت کے مقابلہ میں ناظروں پر تنقید میں سختی کرتے ہیں۔ اور یا پھر یہ کہ دونوں ہی اعتراض غلط ہونگے۔

یہ تین صورتیں ہی ممکن ہو سکتی ہیں۔ ان کے سوا کوئی نہیں۔ لیکن ان تینوں صورتوں پر غور کرنے سے قبل یہ جاننے کی ضرورت ہے۔ کہ

خلیفہ کا مقام کیا ہے

مجلس شوریٰ ہو یا صدر انجمن احمدیہ خلیفہ کا مقام بہر حال دونوں کی سرداری کا ہے۔ انتظامی لحاظ سے وہ صدر انجمن کے لئے بھی رہنما ہے۔ اور آئین سازی و بحث کی تعیین کے لحاظ سے وہ مجلس شوریٰ کے نمائندوں کے لئے بھی صدر اور رہنما کی حیثیت رکھتا ہے۔ جماعت کی فوج کے اگر دو حصے تسلیم کر لئے جائیں۔ تو وہ اس کا بھی سردار ہے۔ اور اس کا بھی کمانڈر ہے۔ اور دونوں کے نقائص کا وہ ذمہ وار ہے۔ اور دونوں کی اصلاح اس کے ذمہ واجب ہے۔ اس لحاظ سے اس کے لئے یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ جب کبھی وہ اپنے خیال میں کسی حصہ میں کوئی نقص دیکھے۔ تو اسکی اصلاح کرے۔ اپنے خیال میں مَیں نے اسلئے کہا ہے۔ کہ

انسان ہمیشہ غلطی کر سکتا ہے

اور خلیفہ بھی غلطی کر سکتا ہے۔ مَیں نے کبھی اس عقیدہ کا اظہار نہیں کیا۔ اور نہ ہی یہ اسلامی عقیدہ ہے۔ کہ خلیفہ غلطی نہیں کر سکتا۔ اور بشری انتظام میں جب نبی بھی غلطی کر سکتا ہے۔ تو خلیفہ کی کیا حیثیت ہے۔ پس یقیناً خلیفہ بھی غلطی کر سکتا ہے۔ سوال یہ نہیں۔ کہ امکان کیا ہے۔ بلکہ یہ ہے۔ کہ موقعہ کا تقاضا کیا ہے۔ یہ عین ممکن ہے۔ کہ ایک باپ اپنے لڑکے کی تعلیم و تربیت کے متعلق فیصلہ کرنے میں غلطی کر جائے لیکن کیا اس غلطی کے امکان کی وجہ سے اپنے لڑکے کی

تعلیم و تربیت کے متعلق انتظام

کا اسے جو حق ہے۔ وہ مارا جاتا ہے۔ ساری دنیا بالاتفاق اس بات کو مانتی ہے۔ کہ باپ خواہ فیصلہ غلط کرے۔ یا درست۔ اپنے لڑکے کی تعلیم و تربیت کے متعلق فیصلہ کرنے کا حق بہر حال اسکو ہے۔ یہی صورت خلیفہ کے بارہ میں ہے۔ اسکی نسبت غلطی کا امکان منسوب کر کے اسکی ذمہ واری کو اڑایا نہیں جا سکتا۔ لیکن یہ ادنےٰ تمثیل ہے۔ باپ اور خلیفہ کے مقام میں کئی فرق ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے۔ کہ ہماری شریعت کہتی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ جسے خلیفہ بناتا ہے۔ اسے ایسی اہم غلطی نہیں ہونے دیتا۔ جو جماعت کے لئے نقصان کا موجب ہو۔ گویا عصمت کبریٰ تو بطور حق کے انبیاء کو حاصل ہوتی ہے۔ لیکن عصمت صغریٰ خلفاء کو بھی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں وعدہ فرماتا ہے۔ کہ جو کام خلفاء کریں گے۔ اس کے نتیجہ میں اسلام کا غلبہ لازمی ہوگا۔ ان کے فیصلوں میں جزئی اور معمولی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ مگر انجام کار نتیجہ یہی ہوگا۔ کہ اسلام کو غلبہ اور اس کے مخالفوں کو شکست ہوگی۔ یہ

خلافت کے لئے ایک معیار

قائم کیا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم دین کے معنے مذہب کے بھی ہوتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے بھی دیکھ لو۔ خلفائے اربعہ کا ہی مذہب دنیا میں قائم ہوا ہے۔ بے شک بعض علیحدہ فرقے بھی ہیں۔ مگر وہ بہت اقلیت میں ہیں۔ اکثریت اسی دین پر قائم ہے جسے خلفاء اربعہ نے پھیلایا۔ مگر دین کے معنے سیاست و حکومت کے بھی ہوتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے اس آیت کے یہ معنی ہوئے۔ کہ جس سیاست اور پالیسی کو وہ چلائیں گے۔ اللہ تعالےٰ اسے ہی دنیا میں قائم کرے گا۔ اور بوجہ اس کے کہ ان کو عصمت صغریٰ حاصل ہے۔ خدا تعالےٰ کی پالیسی بھی وہی ہوگی۔ بے شک بولنے والے وہ ہوں گے۔ زبانیں انہی کی حرکت کریں گی۔ ہاتھ انہی کے چلیں گے۔ اور پیچھے دماغ انہی کا کام کرے گا۔ مگر دراصل ان سب کے پیچھے خدا تعالےٰ ہوگا۔ کبھی ان سے جزئیات میں غلطیاں ہوں گی۔ کبھی ان کے مشیر غلط مشورہ دیں گے۔ بعض دفعہ وہ اور ان کے مشیر دونوں غلطی کریں گے۔ لیکن ان درمیانی روکوں سے گزر کر کامیابی انہیں ہی حاصل ہوگی۔ جب تمام کڑیاں مل کر زنجیر بنیں گی۔ وہ صحیح ہوگی۔ اور ایسی مضبوط کہ کوئی اسے توڑ نہ سکے گا۔

پس اس لحاظ سے خلیفۂ وقت کا یہ فرض ہے۔ کہ جس حصہ میں بھی اسے غلطی نظر آئے۔ اسکی اصلاح کرے۔ جہاں اس کا یہ فرض ہے۔ کہ منتظمین اور کارکنوں کی پوزیشن قائم رکھے۔ وہاں یہ بھی ہے۔ کہ جماعت کی عظمت اور اس کے مشورہ کے احترام کو بھی قائم رکھے۔ اگر جماعت کسی وقت

کارکنوں کے حقوق پر حملہ

کرے۔ تو اس کا کام ہے۔ کہ اسے پیچھے ہٹائے۔ اگر کبھی کارکن جماعت کے حقوق کو دبانا چاہیں۔ تو خلیفہ کا فرض ہے۔ کہ انہیں روک دے۔ مجلس شوریٰ کی گذشتہ رپورٹوں سے جو چھپی ہوئی ہیں۔ یہ بات پوری طرح ظاہر ہوتی ہے۔ کہ میں نے متوازی طور پر ان دونوں باتوں کا خیال رکھا ہے اگر ناظروں پر جماعت نے ناواجب اعتراض کئے ہیں۔ تو میں نے سختی کے ساتھ اور بے پروا ہو کر ان کے اس فعل کے قباحت کی وضاحت کی ہے۔ اور اگر کبھی ناظروں نے جماعت کو اس کے حق سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محروم کرنا چاہا ہے۔ تو ان کو بھی ڈانٹا ہے۔ یہ متوازی سلسلہ جو خدا تعالےٰ نے جاری رکھا ہے۔ میں نے ہمیشہ اس کا خیال رکھا ہے۔ اور کوشش کی ہے۔ کہ اگر ایک طرف ناظروں کا احترام اور اعزاز جماعت کے دلوں میں پیدا کیا جائے۔ تو دوسری طرف جماعت کی عظمت کو بھی قائم رکھا ہے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ اگر ایک حصہ کو چھوڑ دیا جائے۔ تو دوسرے کی عظمت بھی قائم نہ رہ سکے گی۔ اور اگر دونوں کو چھوڑ دیا جائے تو باوجود نیک نیتی اور نیک ارادہ کے ایک حصہ دوسرے کو کھا جائے گا۔ اگر کارکنوں کے اعزاز اور احترام کا خیال نہ رکھا جائے۔ تو نظام کا چلنا مشکل ہو جائے گا۔ اور اگر

جماعت کے حقوق کی حفاظت

نہ کی جائے۔ اور اسکی عظمت کو تباہ ہونے دیا جائے۔ تو ایک ایسا آئین بن جائے گا۔ جس میں خود رائی اور خود ستائی غالب ہو گی۔ اسلئے میں ہمیشہ اس بات کو مدنظر رکھتا ہوں۔ کہ جس کی غلطی ہو۔ اسے صفائی کے ساتھ کہہ دیا جائے۔ چنانچہ مجلس شورےٰ کی گذشتہ رپورٹوں سے یہ بات پوری طرح ظاہر ہوتی ہے۔ کہ میں نے

ناظروں کے اعزاز کو قائم کرنے کا پوری طرح خیال

رکھا ہے۔ چنانچہ گذشتہ رپورٹوں سے ظاہر ہو گا کہ جب مجھے معلوم ہوا۔ کہ ناظر بعض جگہ گئے۔ اور جماعت نے لاپرواہی کا ثبوت دیا۔ تو میں نے شورےٰ میں اس پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اور بتایا۔ کہ یہ طریق صحیح نہیں۔ جب بھی کوئی ناظر بحیثیت ناظر کسی جگہ جائے۔ تو جماعت کا فرض ہے۔ کہ اس کا استقبال کرے۔ اور اس کا مناسب اعزاز کرے چنانچہ اس کے بعد جماعت میں اس کا احساس پیدا ہوا۔ اور انہوں نے ناظروں کا مناسب اعزاز کیا۔ ابھی تو ہماری جماعت میں کوئی بڑے آدمی ہیں ہی نہیں۔ لیکن بڑے سے بڑا آدمی بھی نظام سلسلہ کے لحاظ سے ناظروں کے ماتحت ہے۔ اور جب بادشاہ ہمارے سلسلہ میں داخل ہوں گے۔ تو وہ بھی نظام سلسلہ کے لحاظ سے ناظروں کے ماتحت ہوں گے۔ خواہ کوئی ان ناظروں میں سے کسی بادشاہ کی رعایا کا فرد ہی کیوں نہ ہو۔ اور نظام سلسلہ کے لحاظ سے وہ اس کے ماتحت ہو گا۔ اور اس کو اس کا

ادب و احترام

اسی طرح کرنا ہو گا۔ جیسے ایک ماتحت افسر کا کرتا ہے۔ اس حقیقت کی موجودگی میں عقلاً یہ ممکن ہی کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ قانون پر چلتے ہوئے کوئی شخص ناظروں کی سُبکی یا ہتک کا خیال بھی کر سکے۔

مگر اس کے مقابلہ میں

جماعت کے بھی حقوق ہیں

مثلاً جب ناظروں سے کوئی ملے۔ تو خواہ وہ چھوٹے سے چھوٹا کیوں نہ ہو۔ ناظر کا فرض ہے۔ کہ اس کا ادب اور احترام کرے۔ اور اگر میرے پاس یہ شکایت پہنچے۔ کہ کوئی ناظر کسی چھوٹے آدمی کا مناسب ادب نہیں کرتا۔ تو اس وقت میں افراد جماعت کے ساتھ ہوں گا۔ یوں میرے پاس بعض شکایات آتی ہیں۔ میں ان کی تحقیقات نہیں کراتا۔ کیونکہ میں نصیحت کو تحقیقات سے بہتر سمجھتا ہوں۔ پس نصیحت کر دیتا ہوں۔ لیکن بہرحال

ناظروں کا فرض

ہے۔ کہ جو لوگ ان سے ملنے آئیں۔ ان سے عزت اور احترام سے پیش آئیں۔

میں خود

بھی کوئی کونے میں بیٹھنے والا شخص نہیں ہوں۔ ہر روز دس پانچ بلکہ بیس تیس اشخاص مجھ سے ملنے آتے ہیں۔ جن میں غریب سے غریب بلکہ سائل بھی ہوتے ہیں۔ بلکہ اکثر سائل ہوتے ہیں۔ لیکن میں جیسا اعزاز بڑے سے بڑے آدمی کا کرتا ہوں۔ ویسا ہی چھوٹے سے چھوٹے کا بھی کرتا ہوں۔ مثلاً حکومت کے عہدہ کے لحاظ سے ہماری ہندوستان کی جماعت میں چودھری سر ظفر اللہ خاں صاحب سب سے بڑے عہدہ دار ہیں۔ لیکن ان کے آنے پر بھی میں ان کا استقبال اسی طرح کرتا ہوں۔ جس طرح ایک غریب کے آنے پر۔ اور میں اس بارہ میں چودھری صاحب اور ایک غریب کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتا۔ اسی طرح چودھری صاحب کو کھڑا ہو کر ملتا ہوں۔ جس طرح ایک غریب آدمی کو۔ اور پہلے اسے بٹھا کر پھر خود بیٹھتا ہوں۔ بعض غریب اپنے اندازہ سے زمین پر بیٹھنا چاہتے ہیں مگر میں نہیں بیٹھنے دیتا۔ اور ان سے کہہ دیتا ہوں کہ جب تک آپ نہ بیٹھیں گے۔ میں بھی کھڑا رہوں گا۔ بعض دفاتر کے چپڑاسی آتے ہیں۔ اور وہ زمین پر بیٹھنا چاہتے ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ نہیں۔ آپ چپڑاسی کی حیثیت سے نہیں۔ بلکہ مجھے خلیفہ سمجھ کر ملنے آئے ہیں۔ غرضیکہ جب تک آنے والے کو نہ بٹھا لوں۔ میں خود نہیں بیٹھتا۔ مجھے ملنے والوں کی تعداد ہزاروں تک ہے۔ مگر کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس میں کبھی تخلف ہوا ہو۔ سوائے اس کے کہ میں بیمار ہوں۔ یا کسی کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے کبھی غلطی ہو جائے ہاں جلسہ سالانہ کے ایام مستثنےٰ ہیں۔ ان دنوں میں ملنے والے اس کثرت سے آتے ہیں۔ کہ ہر اک کے لئے اٹھنا مشکل ہوتا ہے۔ ہاں ان دنوں میں بھی جب کوئی غیر احمدی آئے۔ تو چونکہ میں

جانتا ہوں۔ کہ یہ میری مشکلات کو نہیں سمجھ سکتا۔ اس کے لئے کھڑا ہو جاتا ہوں۔ یا پھر ان ایام میں جب ملاقات کا زور نہ ہو۔ تو کھڑا ہوتا ہوں یہ میرا اصول ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ ناظروں کو بھی ایسا کرنا چاہیئے۔ اور اگر اس کے خلاف کبھی شکایت آئے۔ تو میں چاہتا ہوں۔ کہ جس کے خلاف شکایت ہو۔ اسے تنبیہ کی جائے۔ جب تک یہ بات قائم نہ ہو۔

اسلام کی روح

قائم نہیں ہو سکتی۔ ذرا غور کرو۔ کہ خلیفہ چھوڑ نبی کا بھی کیا حق ہے۔ کہ وہ بندوں پر حکومت کرے۔ اگر ہم مذہب اور اسلام کی روح کو سمجھتے ہیں۔ تو اس خدمت کی روح کو بھی سمجھنا چاہیئے۔ جس کے لئے ہم کھڑے کئے گئے ہیں۔ کیا ہمارے لئے یہ بات کم ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے ہم کو ایک رتبہ دے دیا ہے۔ وہ ہمیں ایک چھوٹا سا دنیوی کام کرنے کو دیتا ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں اپنا مقرب بنا لیتا ہے۔ گویا اجرت اس نے ادا کر دی۔ پھر ہمارا کیا حق ہے۔ کہ دونوں جگہ سے اجرت وصول کریں۔ کیا دنیا میں کوئی ایسا مزدور بھی ہوتا ہے۔ جو دو جگہ سے اپنی اجرت وصول کرے۔ پس جب خدا تعالےٰ ہمیں اس خدمت کی اجرت ادا کرتا ہے۔ تو بندوں سے کیوں لیں قرآن کریم میں رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو مخاطب کر کے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ تُو کہدے۔ کہ میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ یہ نہیں فرمایا۔ کہ میں اجرت مانگتا ہی نہیں۔ بلکہ یہ فرمایا۔ کہ میں تم سے نہیں مانگتا۔ جس کا یہ مطلب ہے۔ کہ مجھے اجرت خدا تعالےٰ سے مل رہی ہے پس میرا فرض ہے۔ کہ میں اس بات کا خیال رکھوں کہ یہ اصل ہماری جماعت میں قائم ہو۔ اور اگر اس میں غلطی ہو۔ اور میرے پاس شکایت آئے۔ تو میں اس بات کا خیال رکھوں گا۔ کہ غریب سے غریب آدمی کا حق بھی مارا نہ جائے۔ اور اس بات کا خیال نہیں رکھوں گا۔ کہ اس کا

حق دلانے میں ناظر کی ہتک

ہوتی ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کا حق ہے۔ جو بہرحال لیا جائے گا۔ خواہ اس میں کسی بڑے آدمی کی ہتک ہو۔ یا چھوٹے کی۔

لیکن اس کا دوسرا حصہ یہ ہے۔ کہ کارکنوں کو جماعت میں ایک اعزاز حاصل ہے۔ اور اگر کوئی فرد اسے نہیں سمجھتا۔ یا ان کی طرف سے جو آواز اٹھتی ہے۔ اس پر کان نہیں دھرتا۔ اور اپنی دنیاوی وجاہت کے باعث ناظر کو اپنے درجہ سے چھوٹا سمجھتا ہے۔ تو یقیناً وہ جماعت کا مخلص فرد نہیں۔ اس کے اندر منافقت کی رگ ہے جو اگر آج نہیں۔ تو کل ضرور پھوٹے گی۔

پھر ناظروں کو یہ خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ مجلس شورےٰ اپنے مقام کے لحاظ سے

صدر انجمن پر غالب

ہے۔ اس میں براہ راست اکثر جماعتوں کے نمائندے شریک ہو کر مشورہ دیتے ہیں اس میں شک نہیں۔ کہ ابھی بیرونی ممالک کی جماعتوں کے نمائندے شریک نہیں ہو سکتے۔ لیکن جب ان میں بھی امراء داخل ہو جائیں گے۔ یا جماعتیں زیادہ ہو جائیں گی۔ اور وہ اپنے نمائندوں کے سفر خرچ برداشت کر سکیں گی۔ اور سفر کی سہولتیں میسر ہوں گی۔ مثلاً ہوائی جہازوں کی آمد و رفت شروع ہو جائے گی۔ تو اس وقت ان ممالک کے نمائندے بھی اس میں حصہ لے سکیں گے۔ پس مجلس شورےٰ جماعت کی عام رائے کو ظاہر کرنے والی مجلس ہے۔ اور خلیفہ اس کا بھی صدر اور رہنما ہے۔ انبیاء کو بھی اللہ تعالےٰ نے مشورہ کا حکم دیا ہے۔ اور خلافت کے متعلق تو رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ لاخلافۃ الا بالمشورۃ۔ خلیفہ کو یہ حق تو ہے۔ کہ مشورہ لے کر رد کر دے۔ لیکن یہ نہیں۔ کہ لے ہی نہیں۔

مشورہ لینا بہرحال ضروری ہے۔

اور جب وہ مشورہ لیتا ہے۔ تو قدرتی بات ہے۔ کہ وہ اسے رد اسی صورت میں کرے گا۔ کہ جب سمجھے گا۔ کہ اللہ تعالےٰ کے حضور میری ذمہ واری کا یہی تقاضا ہے۔ اگر وہ شریف آدمی ہے۔ اور جب اسے خدا تعالےٰ کا مقرر کردہ خلیفہ سمجھا جائے۔ تو اسکی شرافت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ تو وہ سوائے خاص حالات کے مشورہ کو ضرور مان لے گا۔ ہاں خاص صورتوں میں بوجہ اس کے کہ درحقیقت وہ خدا تعالےٰ کا نمائندہ ہے۔ اگر وہ سمجھے۔ کہ اس بات کو ماننے سے دین کو یا اسکی شان و شوکت کو کوئی خاص نقصان پہنچتا ہے۔ تو وہ اس مشورہ کو رد بھی کر دے گا۔ مگر اس اختیار کے باوجود اسلامی نظام مشورہ اور رائے عامہ کو بہت بڑی تقویت دیتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اتنے لوگوں کی رائے کو جو پبلک میں ظاہر ہو چکی ہو۔ کبھی کوئی شخص خواہ وہ کتنی بڑی حیثیت کا ہو۔ معمولی طور پر رد کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ وہ کثرت رائے کو اسی وقت رد کر سکتا ہے۔ جب وہ سمجھے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے حضور اسکی ذمہ واری کا یہی تقاضا ہے۔ یہ امر ظاہر ہے۔ کہ اکیلے شخص کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ کثرت رائے کو رد کر دے۔ کثرت رائے کو رد یا تو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پاگل کر سکتا ہے۔ اور یا پھر وہ شخص جو سمجھتا ہے۔ کہ اس کے پیچھے کوئی طاقت ہے۔ جو اس کی بات کو منوائے گی۔ پس خلفاء اسی وقت ایسی رائے کو رد کریں گے۔ جبکہ وہ خدا تعالےٰ کی مدد کا یقین رکھیں گے۔ اور سمجھیں گے۔ کہ ہم صرف خدا تعالےٰ کے منشاء کو پورا کر رہے ہیں۔ اور جب وہ خدائی طاقت سے جماعت کے مشورہ کو رد کریں گے۔ تو ان کی کامیابی یقینی ہوگی۔ غرض اسلام نے شوریٰ کے نظام سے خودسری اور خودرائی کے لئے ایک بڑی روک پیدا کر دی ہے۔ پھر تربیت کے لحاظ سے بھی مشورہ ضروری ہے۔ کیونکہ اگر مشورہ نہیں لیا جائے گا۔ تو جماعت کے اہم امور کی طرف افراد جماعت کو توجہ نہیں ہوگی۔ اسلئے بعد میں آنے والا خلیفہ بوجہ ناتجربہ کاری اور حالات سلسلہ سے ناواقفیت کے بالکل بدھو ہوگا۔ یہ کسی کو کیا علم ہے۔ کہ کون پہلے مرے گا۔ اور کون بعد میں۔ اور کس کے بعد کس نے خلیفہ ہونا ہے۔ اس لئے یہ حکم شریعت نے دے دیا ہے۔ کہ مشورہ ضرور لو۔ تا جماعت کی تربیت ہوتی رہے اور جو بھی خلیفہ ہو۔ وہ سیکھا سکھایا ہو۔ اور نئے سرے سے اس کو نہ سیکھنا پڑے۔ اس میں

اور بھی بیسیوں حکمتیں

ہیں۔ مگر میں اس وقت انہیں نہیں بیان کر رہا۔ مختصر یہ ہے۔ کہ شوریٰ خدا تعالےٰ کی طرف سے خاص حکمت کے ماتحت ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ کہ امرھم شوریٰ بینھم۔ گویا مشورہ والی انجمن کو قرآنی تائید حاصل ہے۔ اور اس کا ذکر قرآن کریم میں کر کے اسے اہم قرار دے دیا ہے۔ گو قرآن کریم میں کارکنوں کا بھی ذکر ہے۔ مگر شوریٰ کو ایک فضیلت دی گئی ہے۔ اور جب جماعت کے مختلف افراد مل کر ایک مشورہ دیں۔ اور خلیفہ اسے قبول کرے۔ تو وہ جماعت میں سب سے بڑی آواز ہے۔ اور ہر خلیفہ کا فرض ہے۔ کہ وہ دیکھے۔ جس مشورہ کو اس نے قبول کیا ہے۔ اس پر کارکن عمل کرتے ہیں یا نہیں۔ اور کہ اسکی خلاف ورزی نہ ہو۔ یہ دو مختلف پہلو ہیں جنہیں نظرانداز کرنے کی وجہ سے دونوں فریق اعتراض کرتے ہیں۔ جب میں جماعت کے دوستوں کو ان کی غلطی کی وجہ سے سمجھاتا ہوں۔ تو کہا جاتا ہے۔ کہ

ضمیر کی حریت

کہاں گئی۔ اور جب میں دیکھوں۔ کہ ناظروں نے غلطی کی ہے۔ اور ان کو گرفت کروں۔ تو بعض دفعہ ان کو بھی شکوہ پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہمارے کام میں روکاوٹیں پیدا کی جا رہی ہیں۔ مگر مجھ پر یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایسا فرض ہے۔ جسے کسی صورت میں بھی نظرانداز نہیں کر سکتا۔

اور دراصل خلافت کے معنے ہی یہ ہیں۔ دوسرا حصہ اس سوال کا یہ ہے۔ کہ

ناظروں پر تنقید

خلیفہ کی تنقید کی وجہ سے ہوتی ہے۔ مجھے اس کے تسلیم کرنے سے انکار ہے۔ اگر اسی مجلس شوریٰ کو لے لیا جائے۔ تو جس حصہ پر میں نے تنقید کی ہے۔ اس پر میری تنقید سے پہلے بہت سی تنقید ہو چکی تھی۔ اور میں نے جو تنقید کی۔ وہ بعد میں تھی۔ اور شوریٰ کے ممبر بہت سی تنقید پہلے کر چکے تھے۔ مگر میں کہتا ہوں۔ ناظر تنقید سے گھبراتے کیوں ہیں۔ ان کا مقام وہ نہیں۔ کہ تنقید سے بالا سمجھا جاتا ہو۔ ہر کارکن خلیفہ نہیں کہلا سکتا۔ میرے نزدیک اس بارہ میں جماعت اور ناظر دونوں پر ذمہ واری ہے جماعت کی ذمہ واری یہ ہے۔ کہ وہ خیال رکھیں کہ ان میں سے جو لوگ سلسلہ کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کر کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کا مناسب احترام کیا جائے۔ اور ناظروں کی یہ ذمہ واری ہے۔ کہ وہ جماعت کی تنقید کو ایک مخلص بھائی کے مشورہ کے طور پر سنیں۔ کیونکہ ان کا مقام تنقید سے بالا نہیں ہے۔

پارلیمنٹوں میں

تو وزراء کو وہ جھاڑیں پڑتی ہیں۔ جس کی حد نہیں۔ مگر پھر بھی وزراء کے رعب میں فرق نہیں آتا۔ یہاں تو میں روکنے والا ہوں۔ مگر وہاں کوئی روکنے والا نہیں ہوتا۔ گالی گلوچ کو سپیکر روکتا ہے۔ سخت تنقید کو نہیں۔ بلکہ اسے ملک کی ترقی کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے۔ پس اس تنقید سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ اگر تنقید کا کوئی پہلو غلط ہو تو ثابت کریں۔ کہ وہ غلط ہے۔ اور اگر وہ صحیح ہے۔ تو بجائے گھبرانے کے اپنی اصلاح کریں۔ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں۔ جن کا ثابت کرنا یا رد کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اور ان کی بنیاد ایسے

باریک اصول

پر ہوتی ہے۔ کہ ان کی وجہ سے کوئی منطقی نتیجہ نکالنا قریباً ناممکن ہوتا ہے۔ مثلاً دو کمرے ایک سے ہوں۔ اور یہ سوال ہو۔ کہ ان میں سے کس میں بستر بچھانے چاہئیں۔ اور کس کو بیٹھنے اٹھنے کے لئے استعمال کرنا چاہیئے۔ تو یہ ایک ذوقی سوال ہوگا۔ لیکن دو شخص اگر اس پر بحث شروع کر دیں۔ کہ کیوں اس میں بستر بچھانا چاہیئے۔ اور دوسرے میں بیٹھنا اٹھنا چاہیئے۔ تو یہ بحث خواہ مہینوں کرتے رہیں۔ نتیجہ کچھ نہ ہوگا۔ تو اس قسم کی ذوقی باتوں کو چھوڑ کر باقی باتوں کو ثابت یا رد کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر اعتراض نامناسب رنگ میں ہوگا۔ تو یا تو وہ کسی معذور کی طرف سے ہوگا۔

جو بوجہ بڑھاپے کے یا ناتجربہ کاری یا سادگی کے ایسا کرے گا۔ اور اس صورت میں سب محسوس کر لیں گے۔ اس شخص کے الفاظ کی کوئی قیمت نہیں۔ اور اس کو روکنا فضول ہوگا۔ ایسی بات پر صرف مسکرا کر یا استغفار کر کے گزر جانا ہی کافی ہوگا۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو۔ تو

مجلس شوریٰ کی رپورٹیں

اس پر گواہ ہیں۔ کہ میں نے نامناسب رنگ میں اعتراض کرنے والوں کو ہمیشہ سختی سے روکا ہے اور جنہوں نے غلط تنقید کی۔ ان کو اس پر تنبیہ کی ہے۔ اور اگر آئندہ بھی ایسا ہوگا۔ تو انشاء اللہ روکوں گا۔ اگر ساری جماعت بھی غلط تنقید کریگی تو اسے بھی روکوں گا۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل سے ڈروں گا نہیں۔ اس قسم کا لحاظ میں نے کبھی نہیں کیا۔ کہ غلط طریق اختیار کرنے پر کسی کو تنبیہ نہ کروں۔ ہاں اس وجہ سے چشم پوشی کرنا کہ کام کرنے والوں سے غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں۔ اور بات ہے۔ ایسی چشم پوشی میں جماعت سے بھی کرتا ہوں۔ اور کارکنوں سے بھی۔ ورنہ میں نہ جماعت سے ڈرتا ہوں۔ اور نہ انجمن سے۔ اور جب بھی میں نے موقعہ دیکھا ہے۔ جماعت کو اس کے فرائض کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور انجمن کو بھی۔ اس

سوال کا تیسرا حصہ

جو پہلے سے ملتا جلتا بھی ہے۔ اور علیٰحدہ سوال بھی۔ وہ یہ ہے۔ کہ تنقید ایسے رنگ میں کی جاتی ہے۔ کہ جس سے ناظروں کی بے رعبی ہوتی ہے۔ لیکن میں اس سے بھی متفق نہیں ہوں۔ جو لوگ خدا تعالےٰ کے دین کے کام کے لئے کھڑے ہوں۔ ان کی بے رعبی نہیں ہو سکتی۔ جب تک جماعت میں اخلاص اور ایمان باقی ہے۔ کوئی ان کی بے رعبی نہیں کر سکتا۔ ان کے ہاتھ میں سلسلہ کا کام ہے۔ پس جو ان کی بے رعبی کریگا۔ یہ سمجھ کر کرے گا۔ کہ اس سے سلسلہ کی بے رعبی ہوگی۔ اور اس کے لئے کوئی مخلص مومن تیار نہیں ہو سکتا۔ ہاں بعض دفعہ بعض لوگ نادانی سے ایسا کر جاتے ہیں۔ مثلاً اس دفعہ ہی سرگودھا کے ایک دوست نے نامناسب الفاظ استعمال کئے۔ لیکن میں بھی اور دوسرے دوست بھی محسوس کر رہے تھے۔ کہ وہ ذمہ واری کے ساتھ یہ باتیں نہیں کر رہے۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ ان کی باتوں پر دوست بالعموم مسکرا رہے تھے۔ اور سب یہ سمجھتے تھے۔ کہ یہ جو کچھ بھی کہہ رہے ہیں۔ غلط کہہ رہے ہیں۔ اور جوش میں انہیں اپنی زبان پر قابو نہیں رہا۔ اور ظاہر ہے۔ کہ ایسی بات کی تردید کی کیا ضرورت ہو سکتی

ہے۔ چنانچہ میں نے اسکی تردید نہ کی۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ تردید نہ کرنے سے لوگوں نے یہ نہیں سمجھا۔ کہ یہ باتیں وزنی ہیں۔ بلکہ غالب حصہ کو یہی یقین تھا۔ کہ یہ تردید کے قابل ہی نہ تھیں۔ کیونکہ دوست خود ان کی باتوں پر ہنس رہے تھے۔ اور بعض کے ہنسنے کی آوازیں میں نے خود سنیں۔ اور ہنسی کی وجہ یہ خیال تھا۔ کہ انہوں نے کیا

بے معنی نتیجہ

نکالا ہے۔ اور جب جماعت پر ان کی بات کا اثر ہی نہ تھا۔ اور سب سمجھ رہے تھے۔ کہ یہ اپنی سادگی۔ اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے یہ باتیں کر رہے ہیں۔ تو ان کی تردید نہ کرنے سے نقصان کیا ہو سکتا تھا۔ لیکن ان کے بالمقابل اسی مجلس شوریٰ میں میں نے ایک مثال سنائی تھی۔ کہ ایک انجمن نے جو کسی گاؤں یا شہر کی انجمن نہ تھی۔ بلکہ پراونشل انجمن تھی۔ مجھے لکھا۔ کہ ہم نے صدر انجمن کو یہ بات لکھی ہے۔ جو اگر اس نے نہ مانی۔ تو اس کے ساتھ ہمارے تعلقات اچھے نہیں رہیں گے۔ میں نے انہیں لکھا۔ کہ صدر انجمن احمدیہ جو کچھ کرتی ہے۔ چونکہ وہ خلیفہ کے ماتحت ہے۔ اسلئے خلیفہ بھی اس کا ذمہ وار ہوتا ہے۔ اور جب آپ نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ آپ کی بات نہ مانی گئی۔ تو صدر انجمن کے ساتھ آپ کے تعلقات اچھے نہ رہ سکیں گے۔ تو ساتھ ہی آپ نے یہ بھی سوچ لیا ہوگا۔ کہ خلیفہ کے ساتھ بھی آپ کے تعلقات اچھے نہ رہیں گے۔ اور اس صورت میں آپ کو

نئی جماعت ہی بنانی پڑیگی

اس جماعت میں آپ نہیں رہ سکیں گے۔ تو کیا کوئی سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس بات کے سننے کے بعد بھی کسی احمدی کے دل میں ناظروں کا رعب مٹ سکتا ہے۔ یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ شوریٰ کے ممبروں نے ناظروں کے کام پر تنقید کو تو سن لیا۔ مگر یہ بات انہوں نے نہ سنی ہوگی۔ اور یہ بات جو میں نے ایک دو آدمیوں کو نہیں بلکہ ایک صوبہ کی انجمن کو لکھی تھی۔ اس کے سننے کے بعد کس طرح ممکن ہے۔ کہ ناظروں کا رعب مٹ جائے۔

اس میں شبہ نہیں۔ کہ اس شوریٰ میں جرح زیادہ ہوئی ہے۔ مگر ناظروں کو بھی ٹھنڈے دل کے ساتھ یہ سوچنا چاہیئے۔ کہ ایسا کیوں ہوا۔ ایسا اس وجہ سے نہیں ہوا۔ کہ میں نے بھی ان پر تنقید کی تھی۔ جب وہ چھپے گی۔ تو ہر شخص دیکھ سکے گا۔ کہ شوریٰ کے ممبروں نے جو جرح کی۔ وہ میری تنقید کے نتیجہ میں نہ تھی۔ اور حق بات یہ ہے۔ جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور جس کا مجھے شدید احساس ہے کہ ناظر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شوریٰ کے فیصلوں پر پوری طرح عمل

نہیں کرتے۔ اور واقعات اس بات کو پوری طرح ثابت کرتے ہیں۔ کہ وہ ان پر خاموشی سے گزر جاتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کیا جاتا ہے کہ سال کے آخر پر ناظر اعلےٰ دوسری نظارتوں سے پوچھ لیتا ہے۔ کہ ان فیصلوں کا کیا حال ہؤا۔ اور پھر یا تو یہ کہہ دیتا ہے۔ کہ کوئی جواب نہیں ملا۔ اور یا یہ کہ کوئی عمل نہیں ہؤا۔ میں یہ بھی مان لیتا ہوں کہ بعض فیصلے ناظروں کے نزدیک ناقابل عمل ہوتے ہیں۔ مگر ایسے فیصلوں کو قانونی طور پر بدلوانا چاہیئے۔ وہ ایسے فیصلوں کو میرے سامنے پیش کر کے مجھ سے بدلوا سکتے ہیں۔ وہ میرے سامنے پیش کردیں۔ میں اگر چاہوں۔ تو دوسری شوریٰ بلوا لوں۔ یا چاہوں۔ تو خود ان فیصلوں کو رد کر دوں۔ اور پھر اگر دوسری شوریٰ میں ان پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ان پر اعتراض ہو۔ تو وہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ فیصلہ رد ہو چکا ہے۔ لیکن اگر وہ فیصلہ جوں کا توں قائم رہے۔ اور پھر وہ اس پر عمل نہ کریں۔ تو جماعت کے اندر بے انتظامی اور خود رائی کی ایسی روح پیدا ہوتی ہے۔ جس کی موجودگی میں ہرگز کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ اگر شوریٰ میں ایک فیصلہ ہوتا ہے۔ تو ان کا فرض ہے۔ کہ اس پر عمل کریں۔ اور اگر وہ اسکو قابل عمل نہیں سمجھتے۔ تو اس کو منسوخ کرائیں۔ لیکن ایسے

فیصلوں کی ایک کافی تعداد

ہے۔ جن پر کوئی عمل نہیں کیا جاتا۔ مثلاً اسی شوریٰ میں ایک سوال پیدا ہؤا تھا۔ جس سے جماعت میں جوش پیدا ہؤا۔ سنہ ۱۹۳۰ء کی شوریٰ میں فیصلہ ہؤا تھا۔ کہ سلسلہ کے اموال پر وظائف کا جو بوجھ ہے۔ اسے ہلکا کرنا چاہیئے۔ یہ تو صحیح ہے۔ کہ جس احمدی کے پاس روپیہ نہ ہو۔ وہ مستحق ہے۔ کہ اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے انجمن سے مدد مانگے۔ اور اگر انجمن کے پاس ہو۔ تو اس کا فرض ہے۔ کہ مدد کرے۔ مگر اس طرح مدد لینے والے کا یہ بھی فرض ہے۔ کہ جب وہ مالدار ہو جائے۔ تو پھر اسے ادا کرے۔ سنہ ۱۹۳۰ء کی شوریٰ میں یہ فیصلہ ہؤا تھا۔ کہ آئندہ پانچ سال میں

گذشتہ تعلیمی وظائف کی رقوم

وصول کی جائیں۔ اور پھر آئندہ اسی رقم میں سے وظائف دیئے جائیں۔ عام آمد سے امداد نہ کی جائے اور اس کے لئے ناظر بیت المال کو ذمہ وار مقرر کیا گیا تھا۔ یہ پانچ سال سنہ ۱۹۳۵ء میں پورے ہوتے تھے۔ اور سنہ ۱۹۳۵ء کے بعد وظائف اسی وصول شدہ رقم میں سے دیئے جانے چاہئیں تھے لیکن تین سال ہو چکے ہیں۔ مگر وظائف برابر خزانہ سے ادا کئے جا رہے ہیں۔ شوریٰ کے ممبروں میں سے ایک کو یہ بات یاد آئی۔ اور اس نے اعتراض کر دیا۔ کہ جب یہ فیصلہ ہؤا تھا۔ تو اس پر کیا کارروائی کی گئی۔ اور اب وظائف گزشتہ وظائف کی وصول شدہ رقوم میں سے دیئے جاتے ہیں۔ یا سلسلہ کے خزانہ پر ہی بوجھ ہے۔ اور اگر ایسا ہے۔ تو کیوں؟۔ اب ظاہر ہے۔ کہ اگر اس تنقید کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ تو سلسلہ کیوں تباہ نہ ہوگا۔ اور اسے

ناظروں کی بے رعبی کے ڈر سے

کیونکر روکا جا سکتا ہے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے۔ کہ کوئی ناظر نماز نہ پڑھے۔ اور ہم اسے کہیں۔ تو کہا جائے۔ کہ اس بات سے ناظروں کی بے رعبی ہوتی ہے۔ لیکن میں کہوں گا۔ کہ اس کے نہ کہنے سے سلسلہ کی بے رعبی ہوتی ہے۔ پس یہ اعتراض روکا نہیں جا سکتا تھا۔ اور اس کے لئے جواب دینا ضروری تھا۔ عام پارلیمنٹوں میں قاعدہ ہے۔ کہ وزراء بعض دفعہ کوئی ٹلاواں جواب دے دیتے ہیں۔ تا اس پر مزید جرح نہ ہو سکے۔ اور بات مخفی رہے۔ لیکن یہاں یہ نہیں ہو سکتا۔ بحیثیت خلیفہ میرا فرض ہے۔ کہ صحیح جواب دلواؤں۔ پہلے اس سوال کے ایسے جواب دیئے گئے۔ جو ٹالنے والے تھے۔ مگر آخر اصل جواب دینا پڑا۔ کہ اس فیصلہ پر عمل نہیں کیا گیا۔ اب اگر اس میں نظارتوں کی بے رعبی ہوئی۔ تو اسکی ذمہ وار نظارت ہے۔ اگر اس قسم کی تنقید کو روک دیا جائے۔ تو

سلسلہ کا نظام

ایسا اگر جائے گا۔ کہ اسکی کوئی قیمت نہ رہے گی اس میں شک نہیں کہ بعض دفعہ شوریٰ بھی غلط فیصلے کر دیتی ہے۔ مثلاً اسی سال کی مجلس شوریٰ میں پہلے ایک مشورہ دیا گیا۔ اور پھر اس کے خلاف دوسرا مشورہ دیا گیا۔ جس کی طرف مجھے توجہ دلانی پڑی۔ تو ایسی غلطیاں مجلس شوریٰ بھی کر سکتی ہے۔ انجمن بھی کر سکتی ہے اور خلیفہ بھی کر سکتا ہے۔ بلکہ بشریت سے تعلق رکھنے والے دائرہ کے اندر انبیاء بھی کر سکتے ہیں۔ جو بالکل غلطی نہیں کر سکتا۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ

شوریٰ کو تنقید کا جو حق ہے

وہ مار دیا جائے۔ گو شوریٰ غلطی کر سکتی ہے مگر اس سے اس کا حق باطل نہیں کیا جا سکتا۔ اور ناظر بھی غلطی کر سکتے ہیں۔ مگر ان کے دائرہ عمل میں ان کے ماتحتوں کا فرض ہے۔ کہ ان کی اطاعت کریں۔ ہاں جو

امور شریعت کے خلاف

ہوں۔ ان میں اطاعت نہیں ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ایک دفعہ ایک صحابی کو ایک چھوٹے سے لشکر کا سردار بنا کر بھیجا۔ راستہ میں انہوں نے کوئی بات کہی۔ جس پر بعض صحابہ رضؓ نے عمل نہ کیا۔ اس پر وہ ناراض ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ مجھے رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے تمام لوگوں پر امیر مقرر کیا ہے۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہؤا ہے۔ کہ جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی۔ اس نے میری اطاعت کی۔ اور جس نے اسکی نافرمانی کی۔ اس نے میری نافرمانی کی۔ اور جب میں رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا قائم مقام ہوں تو تم نے میری نافرمانی کیوں کی۔ اس پر صحابہ نے کہا۔ کہ ہم آپ کی اطاعت کریں گے۔ انہوں نے کہا۔ اچھا میں دیکھتا ہوں۔ کہ تم لوگ اطاعت کرتے ہو۔ یا نہیں۔ چنانچہ انہوں نے آگ جلانے کا حکم دیا۔ اور جب آگ جلنے لگی۔ تو صحابہ سے کہا۔ کہ اس میں کود پڑو۔ بعض تو آمادہ ہو گئے۔ مگر دوسروں نے ان کو روکا۔ اور کہا۔ کہ اطاعت امور شرعی میں ہے۔ ان کو تو شریعت کی واقفیت نہیں۔ اس طرح آگ میں کود کر جان دینا ناجائز ہے۔ اور خدا تعالےٰ کا حکم ہے۔ کہ خودکشی نہیں کرنی چاہیئے۔ جب یہ امر رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سامنے پیش ہؤا۔ تو آپ نے اس میں ان لوگوں کی تائید کی۔ جنہوں نے کہا تھا۔ کہ آگ میں کودنا جائز نہیں۔ پس میں جو کہتا ہوں۔ کہ

ناظر کے دائرۂ عمل میں اسکی اطاعت

کرنی چاہیئے۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ اگر کوئی ناظر کسی سے کہے۔ کہ جھوٹ بولو۔ تو اسے بولنا چاہیئے۔ نظارت کے شعبہ میں جھوٹ بلوانا شامل نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی ناظر کہے۔ کہ کسی کو قتل کردو۔ تو اس میں اسکی اطاعت جائز نہیں اطاعت صرف شریعت کے محدود دائرہ میں ضروری ہے۔ اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ کہ غلطی ہر شخص کر سکتا ہے۔ ممکن ہے۔ کسی فیصلہ میں ناظر بھی غلطی کرے۔ لیکن اس دائرہ میں اس کی غلطی کو بھی ماننا پڑے گا۔ پس

خلیفہ کا فیصلہ

مجلس شوریٰ اور نظارت کے لئے ماننا ضروری ہے۔ اسی طرح شوریٰ کے مشورہ کو سوائے استثنائی صورتوں کے تسلیم کرنا خلیفۂ وقت کے لئے ضروری ہے۔ اور جس مشورہ کو خلیفۂ وقت نے بھی قبول کیا۔ اور جسے شرعی احکام کے ماتحت عام حالتوں میں خلیفہ کو بھی قبول کرنا چاہیئے۔ یقیناً نظارت اسکی پابند ہے۔ خواہ وہ غلط ہی ہو۔ ہاں اگر وہ سمجھتے ہیں۔ کہ کسی فیصلہ کی موجودگی میں وہ کام نہیں چلا سکتے۔ تو ان کو چاہیئے۔ کہ اسے پیش کر کے وقت پر منسوخ کرا لیں لیکن یہ امر واقعہ ہے۔ کہ ہر شوریٰ میں کچھ نہ کچھ شور ضرور اٹھتا ہے۔ کہ فلاں فیصلہ پر عمل نہیں ہؤا۔ فلاں قانون کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ پھر ایسی باتوں پر کس طرح پردہ پڑ سکتا ہے۔ اور جب ایک نقص ظاہر ہو۔ تو میرا فرض ہے۔ کہ میں نظارت کو اس نقص کے دور کرنے کی طرف توجہ دلاؤں۔ کیونکہ میں صدر انجمن احمدیہ کا رہنما ہونے کی حیثیت میں خود بھی اس خلاف ورزی کا گو قانونی طور پر نہیں۔ مگر اخلاقی طور پر ذمہ وار ہو جاتا ہوں۔ پس میرا فرض ہے۔ کہ غلطی پر اسکی اصلاح کی طرف توجہ دلاؤں۔ غرض ناظروں کا یہ فرض ہے۔ کہ

شوریٰ کے فیصلوں کی پابندی

کریں۔ یا پھر ان کو بدلوا لیں۔ لیکن جب تک وہ فیصلہ قائم ہے۔ ناظروں کا اس پر عمل کرنا دلیا ہی ضروری ہے۔ جیسا ان کے ماتحت کلرکوں اور دوسرے کارکنوں کا ان کے احکام پر۔ اگر ناظر اس طرح کریں۔ تو بہت سے جھگڑے مٹ جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ صدر انجمن احمدیہ کا فرض ہونا چاہیئے۔ کہ ہر شوریٰ کے معاً بعد ایک میٹنگ کر کے دیکھے کہ کونسا فیصلہ کس نظارت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور پھر اسے ناظر متعلقہ کے سپرد کرے۔ کہ اس پر عمل ہو۔ اور وقت مقرر کر دیا جائے۔ کہ اس کے اندر اندر اس فیصلہ کی تعمیل پوری طرح ہو جائے۔ اور پھر اس مقررہ وقت پر دوسری میٹنگ کر کے دیکھے۔ کہ عمل ہؤا ہے یا نہیں۔ اس طرح تنقید کا سلسلہ خود بخود بند ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی نمائندہ

غلط تنقید

کرے۔ تو میرا فرض ہے۔ کہ اسے روکوں۔ پھر بعض اوقات ناظر صحیح جواب پیش نہیں کرتے اب کے ایک اعتراض بجٹ کے بر وقت تیار نہ ہونے پر تھا۔ اس کا جواب صاف تھا۔ جو آخر خان صاحب فرزند علی صاحب نے اشارۃً دیا۔ مگر جب اس کے غلط جواب دیئے جا رہے تھے۔ تو میں چودھری سر ظفر اللہ خانصاحب سے کہہ رہا تھا۔ کہ یہ صحیح جواب کیوں نہیں دیتے۔ اس تاخیر کے لئے ذمہ وار تو میں ہوں۔ میں نے جب بجٹ کا بہت سا کام ہو چکا تھا۔ یہ ہدایت بھجوائی تھی۔ کہ اس اس طرح تخفیف کر کے بجٹ پھر تیار کیا جائے۔ اور اس لئے تاخیر کی ذمہ واری کو قبول کرنے کے لئے میں تیار تھا۔ خانصاحب نے اسے بیان تو کیا۔ مگر اشارۃً ہی۔ آخر میں نے بالوضاحت یہ کہا۔ کہ اسکی ذمہ واری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مجھ پر ہے۔ اور نظارت کے لئے تو یہ امر قابل تعریف ہے۔ کہ جب میں نے بڑھتے ہوئے اخراجات کو دیکھ کر اسے نئے سرے سے بجٹ تیار کرنے کو کہا۔ تو اس نے دوبارہ محنت کی۔ ایسے حالات میں صحیح جواب اگر دے دیا جائے تو بھی تنقید کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے۔ کہ شوریٰ کے فیصلوں کی ناظر پوری طرح پابندی کریں۔ اگر کوئی رکاوٹ دیکھیں تو میرے سامنے پیش کریں۔ اگر میں اسے منسوخ کردوں۔ تو ان کی ذمہ واری ختم ہو جائیگی۔ اور اگر اس کے لئے دوسری شوریٰ بلواؤں۔ تو بھی ان کی ذمہ واری ختم سمجھی جائے گی۔ لیکن اگر ان صورتوں میں سے کوئی بھی نہ ہو۔ تو ان کا فرض ہے۔ کہ جس طرح بھی ہو سکے۔ عمل کریں میں نے وظائف کے متعلق فیصلہ کی جو مثال دی ہے۔ اس میں کوئی ایسا کام نہیں تھا۔ جو کیا نہ جا سکتا ہو۔ ۱۹۳۵ء میں ناظر بیت المال کا فرض تھا۔ کہ صورت حالات مجلس شوریٰ کے پیش کر دیتے۔ اور جتنی رقم جمع ہوتی۔ اس کے متعلق کہہ دیتے۔ کہ اتنی رقم ہے۔ صرف اسی میں سے وظائف دیئے جائیں۔ یا خزانہ میں سے مدد لی جائے؟ یہ اتنا معمولی کام تھا۔ کہ جس میں کسی محنت کی ضرورت نہ تھی۔ نہ کلرکوں کی اور نہ نائب ناظر کی امداد درکار تھی میں نے ہمیشہ دیکھا ہے۔ کہ

وظائف کے معاملہ میں شوریٰ کا رحجان

بند کرنے کی طرف نہیں ہوتا۔ جماعت کے دوست چونکہ عام طور پر غریب ہیں۔ اس لئے کسی کا دوست کسی کا رشتہ دار کسی کا گاؤں یا شہر اور کسی کا ضلع فائدہ اٹھا رہا ہوتا ہے۔ اسلیئے وہ ضرور یہی مشورہ دیتے۔ کہ وظائف بند نہ کئے جائیں۔ اور مزید روپیہ ان کے لئے منظور کر دیا جاتا۔ اور پھر یہ بھی ہوتا۔ کہ اگر جماعت کو علم ہو جاتا۔ کہ وصولی کم ہوئی ہے۔ تو وہ ہوشیار ہو جاتی۔ اور نادہندوں کے خلاف کوئی مؤثر کارروائی کرنے کا مشورہ دیتی۔ بہر حال جو بھی ہوتا۔ قانون کے مطابق ہوتا۔ اور اس کے لئے کسی محنت کی ضرورت نہ تھی۔ صرف ایک دومنٹ میں معاملہ پیش ہی کر دینا تھا۔ کہ اتنا روپیہ وصول ہوا ہے۔ اور اتنے وظائف ہیں۔ اسی رقم سے وظائف دیئے جائیں۔ یا مزید روپیہ خزانہ سے لیا جائے۔ اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ چونکہ ممبروں کا میلان وظائف جاری رکھنے کی طرف ہی ہوتا ہے۔ اگر وہ اس طرح کرتے۔ تو پھر بھی ہونا وہی تھا۔ جو اب ہوا ہے۔ مگر وہ جائز ہوتا۔ اور یہ ناجائز ہے۔

اور اس طرح تین سال مسلسل قانون ٹوٹتا رہا ہے۔ وظائف کو اڑانے کا سوال جب بھی پیدا ہوا ہے۔ ننانوے فی صدی ممبروں نے یہی مشورہ دیا ہے۔ کہ ہم مزید بوجھ اٹھا لیں گے۔ مگر ان کو بند نہ کیا جائے۔ تو اس صورت میں بھی ہونا تو وہی تھا۔ جو اب ہوا۔ مگر اعتراض کی صورت نہ رہتی۔ اور

شوریٰ کے فیصلہ پر عمل

ہو جاتا۔ اور جب شوریٰ انجمن کی حاکم ہے۔ تو ناظروں کا فرض ہے۔ کہ اس کی اطاعت کریں۔ اور اس کے فیصلوں پر عمل کریں۔

چوتھی بات یہ ہے۔ کہ اس قسم کی تنقید سے

جماعت کے کام میں روک

پیدا ہوتی ہے۔ مگر میں اس سے بھی متفق نہیں ہوں۔ کیونکہ میں ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتا ہوں۔ کہ تنقید نامناسب رنگ میں نہ ہو۔ اور اس قسم کی تنقید کرنے والوں کو میں سختی سے روکتا ہوں۔ مثلاً فیروز پور کے دو بھائی پہلے بہت سخت تنقید کیا کرتے تھے۔ مگر میں نے ان کو سختی سے روکا۔ اور اب میں نے دیکھا ہے۔ کہ انہوں نے بہت اصلاح کر لی ہے۔ اور بھی بعض لوگ سخت تنقید کیا کرتے تھے۔ مگر میرے سختی سے روکنے کا یہ اثر ہے۔ کہ اب اعتراضات بہت سلجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ اس سال کی شوریٰ میں ایک مثال ایسی ہے۔ جو نامناسب تنقید کہلا سکتی ہے۔

مگر جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ عام طور پر دوستوں نے اسے ہنسی میں ڈال دیا۔ اور تردید کے قابل نہیں سمجھا۔ یہ صاحب ایک لمبے عرصہ تک قادیان نہیں آئے۔ جس کی وجہ یہ تھی۔ کہ وہ ریل میں نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ شاید ایک دفعہ کوئی ٹکر ہو گئی تھی۔ یا کیا ہوا۔ کہ انہوں نے ریل میں سوار ہونا ترک کر دیا۔ اور اس وجہ سے کبھی قادیان بھی نہ آئے۔ اب دو تین سال سے وہ آنے لگے ہیں۔ اور اب ان کے بڑھاپے کی عمر ہے۔ پہلے چونکہ وہ آتے نہیں رہے۔ اس لئے شوریٰ کی روایات سے انہیں پوری طرح واقفیت نہیں۔ اس لئے وہ کسی وقت کوئی ایسی بات کر دیتے ہیں۔ جو شوریٰ کے قواعد کے خلاف ہوتی ہے۔ اس امر کو سب دوست جانتے ہیں۔ اس دفعہ نظارت کے متعلق بعض نامناسب الفاظ انہوں نے ہی کہے تھے۔ اور میرا یہ اثر ہے۔ کہ جماعت پر ان الفاظ کا کوئی اثر نہ تھا۔

——— (۲) ———

جماعت احمدیہ اور بعض حکام کے تعلقات

اس کے بعد میں دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کہ گذشتہ سال جو واقعہ ہمارے ایک نوجوان کی نادانی سے سلسلہ کی تعلیمات کے صریح خلاف اور میرے متعدد خطبات اور تقریروں سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ہو گیا تھا۔ یعنی اس نے ایک شخص پر جو جماعت سے خارج ہو چکا تھا۔ حملہ کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں وہ مر گیا۔ اس کے ازالہ کے لئے میں نے یہ ضروری سمجھا۔ کہ اس کا کفارہ ادا کیا جائے۔ اور وہ یہ کہ اب اگر ہم پر سختی بھی ہو۔ تو ہم اسے ایک عرصہ تک خاموشی کے ساتھ برداشت کرتے جائیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ اس زمانہ میں اس ضلع کے جو ڈپٹی کمشنر تھے۔ ان کو ہماری وجہ سے بہت شرمندگی اٹھانی پڑی۔ وہ گورنمنٹ کو ہمیشہ یہ یقین دلاتے تھے۔ کہ اس جماعت کی طرف سے کوئی اندیشہ قانون کو ہاتھ میں لینے کا نہیں ہو سکتا۔ اور کہ میں اس بات کا ذمہ وار ہوں۔ اور جب ہمارے ایک نوجوان نے اس طرح غلطی کی۔ تو ان کو جو دکھ ہو سکتا تھا۔ وہ ظاہر ہے۔ اور اسیلئے میں نے سمجھا۔ کہ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم قربانی کر کے ان کے اس دکھ کو دور کریں۔ چنانچہ بعض دفعہ جماعت کے حقوق تلف کئے جاتے رہے۔ اور میں ہمیشہ جماعت سے یہی کہتا رہا۔ کہ اپنا حق جانے دو۔ اس لئے کہ ہم میں سے ایک شخص نے ایک ایسی غلطی کی ہے۔ جس کا کفارہ ضروری ہے۔ غلطی خواہ جماعت کا ایک فرد ہی کرے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ہم اس کے بد اثر سے باہر نہیں رہ سکتے۔ یہ صحیح ہے۔ کہ شرعی اور اخلاقی طور پر ہم اس کے ذمہ وار نہیں۔ لیکن اس کا بُرا اثر ہم پر ضرور پڑے گا۔ کسی کا بیٹا بدمعاش ہو۔ تو خدا تعالےٰ کے حضور یا قانون کے نزدیک اس پر ذمہ واری نہیں۔ لیکن بدنامی سے حصہ اسے ضرور ملے گا۔ گو اس کے فعل سے وہ کتنا ہی بری الذمہ کیوں نہ ہو۔ میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ اس حرکت کے خلاف ہم نے

انتہائی نفرت کا اظہار

کیا اور کرتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے بدنامی سے نہیں بچ سکتے۔ اور اگر خدانخواستہ ہم میں سے پھر کوئی ایسی حرکت کرے گا۔ تو اسکی بدنامی سے بھی سلسلہ کی بدنامی ضرور ہوگی۔ چاہے ہم لوگوں کو کتنا ہی یقین کیوں نہ دلائیں۔ کہ ہم نے یہ کہا تھا۔ اور وہ کہا تھا۔ یہ گویا ایک جماعتی ورثہ ہوتا ہے۔ جو ضرور مل کر رہتا ہے۔ ایک خاندان اگر نیک نام ہو۔ تو اس کے کسی بدمعاش فرد پر بھی لوگ اعتبار کر لیتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی خاندان بدمعاش ہو۔ تو اس کے نیک فرد کا بھی کوئی اعتبار نہیں کرتا جب بدنامی آتی ہے۔ تو جماعت کو بھی اس سے حصہ ملتا ہے۔ جس طرح نیک نامی سے ملتا ہے۔

اس خیال کے ماتحت میں نے یہ رویہ ا[ختیار کیا] اور جماعت کو یہی مشورہ دیا۔ کہ گورنمنٹ سے ان دنوں ہمارے ساتھ جو ناانصا[فیاں ہوں] جائیں۔ ان کو برداشت کرو۔ اور اس طرح موقعہ آنے دو۔ جب

ہماری مظلومیّت

بالکل واضح ہو جائے۔ اگر حکومت میرے طریق کی قدر و قیمت کو سمجھتی۔ تو بہت زیادہ ا[عتماد] قائم ہو جاتا۔ کیونکہ میں نے اپنا رستہ چھوڑ کر ا[س] کی بات کو ماننے پر آمادگی کا اظہار کیا تھا۔ [یہ] اسیلئے کیا تھا۔ کہ ہمیں اس غلطی کا خمیازہ بھگتنا چاہ[یئے] جو ہمارے ایک فرد سے ہوئی ہے۔ کانگرسیوں کی غلطی کی وجہ سے گاندھی جی چودہ روز کا برت رکھتے ہیں۔ مگر ہم نے نو ماہ سے زیادہ عرصہ تک یہ برت رکھا ہے۔ اور اتنا لمبا عرصہ تک ان الزامات کو سنا اور برداشت کیا ہے۔ [جو ہم] پر لگائے جاتے تھے۔ لیکن بجائے اس کے کہ [حکومت] اسکی قدر و قیمت کو سمجھتی۔ اور اس کے مقابلہ ہمارے ساتھ صحیح تعاون کے لئے تیار ہوتی مجلس شوریٰ کے ایام میں بعض ایسے واقعات ہوئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ گورنمنٹ نے ہماری اس خاموشی اور برداشت کو بُزدلی پر محمول کیا ہے۔ حالانکہ

مومن کبھی بُزدل نہیں ہوتا

معمولی افسروں کی تو بات ہی جانے دو۔ مجھے گورنر ان کونسل نے ایک ایسی چٹھی لکھی تھی۔ جو سراسر ناجائز تھی۔ اور میں نے صاف طور پر کہہ دیا تھا۔ کہ یہ بالکل ناجائز ہے۔ میں اس کی اطاعت تو کروں گا مگر حکومت کو اس کا بدلہ ضرور بھگتنا پڑے گا۔ پس نہ تو میں بُزدل ہوں۔ اور نہ جماعت کو بزدل بنانا چاہتا ہوں۔ بلکہ صاف الفاظ میں کئی بار کہہ چکا ہوں۔ کہ بزدل کا یہاں کام نہیں۔ وہ ہمیں چھوڑ کر چلا جائے۔ ہمارے ساتھ وہی رہ سکتا ہے۔ جو ہر وقت جان و مال کی قربانی کے لئے تیار ہو۔ یہ دین کا معاملہ ہے اور اس میں تمہیں اپنی جان کی قیمت اتنی بھی نہیں سمجھنی چاہیئے۔ جتنی ایک امیر آدمی کے نزدیک اس کے پھٹے ہوئے کوٹ کی ہو سکتی ہے۔ اگر کوٹ لینے والا کوئی غریب اسے نہیں ملتا۔ تو بھی وہ اسے گھر سے نکال کر باہر پھینک دیتا ہے۔ تا اس کے گھر میں تو گند نہ رہے۔ پس

مومن کو اپنی جان کی قیمت

اتنی بھی نہیں سمجھنی چاہیئے۔ اور اگر خدا تعالےٰ کے دین کے لئے اسے قربان کرنا پڑے۔ تو ذرا بھر پروا نہیں کرنی چاہیئے۔ اب بھی میرا ارادہ نہیں۔ کہ کوئی ایسا طریق اختیار کیا جائے۔ جو حکومت کے لئے مشکلات پیدا کرنے کا موجب ہو۔ لیکن میں اس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شوری بھی تیار نہیں ہوں۔ کہ حکومت کو ایسے نہیں کرسنیار کرنے دوں۔ جن سے جماعت کی طرح تباہ اور ذلت ہوتی ہو۔ میں نے دیکھا ہے کہ گورجا

حکومت کے بعض افسر

کرسال ہمارے خلاف ایسی کاروائیاں کررہے ہے ہو سراسر ناجائز ہیں۔ ہم ان کے بالا افسروں اور کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ تو وہ ایک کان سے ملاتنگر دوسرے سے نکال دیتے ہیں۔ اور کوئی کارروائی نہیں کرتے۔ پولیس کے بعض آدمی ہیں ہے خلاف مسلسل اور متواتر جھوٹی رپورٹیں کرتے رہتے ہیں۔ اور انہیں کوئی سزا نہیں دی جاتی۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ اگر ہماری جماعت نے باعزت زندگی بسر کرنی ہے۔ اور احمدیت کے جھنڈے کو بے داغ رکھنا ہے۔ تو وہ اس ذلت کو برداشت نہیں کرے گی۔ بے شک وجہ نے اعلان کیا ہوا ہے۔ اور ہماری تعلیم یہی کہ یہ۔ کہ ہم حکومت کے وفادار رہیں گے۔ اور قانون شکنی نہیں کریں گے۔ لیکن ایسے ذرائع ہیں۔ کہ جن سے قانون کے اندر رہتے ہوئے بھی ہم اپنے حقوق کی حفاظت کرسکتے ہیں۔ اور ایسی بیسیوں تدابیر ہیں۔ کہ قانون کی پوری پوری پابندی کرتے ہوئے بھی ہم

ظالم حاکموں کے ظلم کا مقابلہ

کرسکتے ہیں۔ پس میں جماعت کے نوجوانوں اور بوڑھوں اور مردوں اور عورتوں سے یہ مطالبہ کرتا ہوں۔ کہ سلسلہ کی عزت اور احترام کے لئے انہیں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ ان کا حق ہے۔ کہ مجھ سے مطالبہ کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حق ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حق ہے۔ خدا تعالیٰ کا حق ہے۔ کہ مجھ سے مطالبہ کرے۔ بلکہ میں کہوں گا۔ انسانیت کا بھی حق ہے۔ کہ مجھ سے مطالبہ کرے۔ کہ تم کو تو حکومت کے قوانین کی پابندی اور اسکی فرمانبرداری کا حکم تھا۔ پھر تم نے کیوں اس پر عمل نہ کیا۔ جماعت کی عزت کی حفاظت کے لئے میں جو کچھ کروں۔ وہ جائز ہے۔ اور اس کے لئے جس قسم کی قربانی کا میں مطالبہ کروں۔ سلسلہ کے ہر فرد کا فرض ہے۔ کہ وہ اسے پورا کرے۔ اور جو اس سے دریغ کرے وہ ہرگز احمدی نہیں رہ سکتا۔ میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں۔ کہ تم میں سے بہت ایسے ہیں۔ کہ جب انہیں کوئی شخص گالی دے۔ تو وہ بھی جواب میں اسے گالی دیتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک ان کے نفس کی عزت اتنی ہے۔ کہ وہ معمولی ہتک کو بھی برداشت نہیں کرسکتے۔ لیکن جب سلسلہ کے لئے قربانی کا سوال پیش ہو۔ تو وہ لوگ گھر میں بیٹھے رہتے ہیں۔ وہ اپنے نفس کی خاطر تو ہر قسم کی جانی مالی اور عزت و عظمت کی قربانی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں لیکن سلسلہ کی عظمت کو قائم کرنے کا سوال اگر پیدا ہو۔ تو کیوں ان کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہونے لگتا ہے۔ کہ یہ بڑی قربانی ہے۔ یاد رکھو۔ خلافت قائم ہی اس لئے ہوتی ہے۔ کہ جماعت سے قربانیاں کرائی جائیں۔ ورنہ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ تو ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر بغیر خلافت کے بھی ادا کرسکتا ہے۔

خلافت کی غرض

ہی یہ ہوتی ہے۔ کہ جب سلسلہ کے لئے مجموعی قربانی کا وقت آئے۔ تو وہ کرائی جاسکے۔ اور دنیا کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک یہ آواز بلند ہو جائے۔ اور ہر طرف سے یہ جواب آئے۔ کہ ہم تیار ہیں۔ اس کے لئے خواہ وطن چھوڑنے پڑیں۔ اور خواہ جائیدادوں سے ہاتھ دھونا پڑے۔ مال قربان کرنا پڑے۔ یا جان۔ کسی سے دریغ نہ کیا جائے۔ میں نے حکام کو ہمیشہ توجہ دلائی ہے۔ کہ یہ

یک طرفہ تعاون درست نہیں

اگر وہ ہم سے تعاون چاہتے ہیں۔ تو انہیں ہمارے احساسات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ بے شک ہم تھوڑے ہیں۔ لیکن اگر تھوڑوں کی حفاظت نہ کی جائے۔ تو حکومتوں کا فائدہ ہی کیا ہے۔ اور ان کی ضرورت کیا ہے۔

حکومتیں تو قائم ہی اسلئے ہوتی ہیں۔ کہ تھوڑوں کی حفاظت کریں۔ بعض نادان افسر کہہ دیتے ہیں۔ کہ تمہیں قادیان میں اکثریت حاصل ہے اسلئے ہم یہاں اقلیت کی حفاظت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ اکثریت یا اقلیت کے لئے کبھی ایک ہی گاؤں کو نہیں لیا جاتا۔ بلکہ علاقہ کو دیکھا جاتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے۔ کہ اگر اس تھانہ کو لیا جائے۔ تو ہماری اکثریت ہے یا اقلیت تھانہ کی آبادی دو لاکھ ہوگی۔ جن میں احمدی صرف بارہ تیرہ ہزار ہوں گے۔ اور یہ نہایت کمزور اقلیت ہے۔ چہ جائیکہ اسے اکثریت ظاہر کیا جائے۔ اکثریت یا اقلیت ہمیشہ علاقہ کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ گاؤں کی کیا ہستی ہوتی ہے۔ کہ اس سے اقلیت یا اکثریت کا اندازہ کیا جائے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ بعض افسر ہمارے ساتھ یہ کہہ کر ناانصافی کرتے ہیں۔ کہ تم اکثریت میں ہو۔ لیکن اب ہم اس بات کو برداشت نہیں کریں گے۔ میں وہ شخص ہوں۔ جس نے کم سے کم

تیس سال تک حکومت سے تعاون

کیا ہے۔ اور اس کے لئے ہر قسم کی ذاتی اور خاندانی اور جماعتی قربانیاں کی ہیں۔ اور اس لئے میں کب یہ بات پسند کرسکتا ہوں۔ کہ خواہ مخواہ حکومت سے لڑائی چھڑ جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی کہوں گا۔ کہ جس حکومت کی نظر اتنی کوتاہ اور کان اتنے بہرے ہوں۔ کہ وہ کسی کی سالہا سال کی قربانیوں کو محض کسی اکثریت کو خوش کرنے کے لئے قربان کرے۔ تو وہ بھی اس بات کی حقدار نہیں۔ کہ اس سے اس رنگ میں تعاون کیا جائے۔ جس رنگ میں کہ میں پہلے کرتا چلا آیا ہوں۔ تاہم چونکہ ہماری مذہبی تعلیم ہے۔ کہ قانون شکنی نہ کرو۔ اور قانونی حدود میں حکومت کے وفادار رہو۔ ہم اس حد تک وفادار رہیں گے۔ لیکن میں جماعت کے دوستوں سے مطالبہ کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے دلوں میں اس بات کا فیصلہ کرلیں۔ کہ اگر

سلسلہ کی تذلیل

کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ اور حکام بالا نے بھی اسے روکنے کی طرف توجہ نہ کی۔ تو وہ اسے بند کرانے کے لئے جس قسم کی قربانیوں کا ان سے مطالبہ ہوگا۔ ان کے لئے تیار رہیں گے۔ ہم پہلے ضلع کے حکام کو متوجہ کریں گے۔ اور اگر وہ نہ مانے۔ تو پھر حکام بالا کو توجہ دلائیں گے۔ اور اگر انہوں نے بھی توجہ نہ کی۔ تو قانون کے اندر رہتے ہوئے ہمیں جو ذرائع بھی اختیار کرنے پڑیں گے۔ کریں گے۔ اور جو قربانیاں بھی ضروری ہوں گی۔ ان سے منہ نہ موڑیں گے۔

میں ہر احمدی سے امید رکھتا ہوں۔ کہ وہ اس سے دریغ نہ کرے گا۔ لیکن اگر کوئی بھی میرے ساتھ شامل نہ ہو۔ تب بھی میں چونکہ خدا تعالےٰ کے سامنے سب سے زیادہ ذمہ دار ہوں۔ اس لئے میں خدا تعالےٰ سے کہہ دوں گا۔ کہ اے میرے رب میری اپنی جان حاضر ہے۔ اور اسے تو جس جگہ اور جس طرح چاہے۔ سلسلہ کی عزت کی حفاظت کے لئے قربان کرنے کو تیار ہوں۔ اس کے علاوہ میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ اپنی طبیعتوں میں سے غصہ کو دور کرو۔ اور

مظلوم بنو

کسی کے ساتھ خواہ وہ کتنا کمزور سے کمزور کیوں نہ ہو۔ ظلم نہ کرو۔ اور یاد رکھو۔ کہ کمزور کا مقابلہ کرنا بہادری نہیں۔ ہمارا مطالبہ حکومت سے ہے۔ ورنہ افراد کے لحاظ سے تم قادیان کو اتنا امن والا مقام بنا دو۔ کہ یہاں ذلیل سے ذلیل آدمی بھی اپنے آپ کو معزز ترین وجود سمجھے اور اپنے آپ کو ہر لحاظ سے محفوظ محسوس کرے۔ کسی کی گالیوں سے غصہ میں نہ آؤ۔ کوئی خواہ تمہارا کتنا نقصان کردے۔ خواہ تمہیں مارے مگر اسے برداشت کرو۔ لیکن حکومت طاقتور ہے اس سے اس قسم کا سلوک برداشت نہ کرو۔ شریف آدمی وہ ہے۔ جو اپنے تابع کی بے انصافی کو تو برداشت کرلیتا ہے۔ مگر جو غالب ہو۔ اس سے اپنے حق کا مطالبہ کرتا ہے۔

پس میں جہاں جماعت سے یہ مطالبہ کرتا ہوں۔ کہ

اپنے نفسوں کو قربانیوں کے لئے تیار کرو

وہاں یہ بھی کہتا ہوں۔ کہ یہ مت سمجھو۔ کہ تم تھوڑے ہو۔ کیونکہ جو خدا تعالےٰ کے لئے کھڑا ہو۔ وہ اکیلا بھی بہت ہوتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں یہ واقعہ صحیح ہے یا نہیں۔ مگر تاریخی لحاظ سے گو صحیح نہ ہو۔ لیکن واقعات کے لحاظ سے ضرور صحیح ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ نمرود بڑا بادشاہ تھا۔ مگر اسکی ناک میں مچھر گھس گیا۔ اور اندر گھر بنا لیا۔ اور اس سے اسکی موت واقع ہو گئی۔ اس کے سر میں کھجلی ہوتی تھی۔ اور جوتیاں مارتے تھے۔ تو آرام ہوتا تھا۔ یہ صحیح ہو یا نہ ہو۔ مگر کیا تم نہیں دیکھتے۔ کہ کتنے پہلوانوں کو مچھر کاٹتا ہے۔ اور وہ ملیریا میں مبتلا ہو کر مر جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ تو مچھروں سے بھی بڑے بڑوں کو نیچا گرا دیتا ہے۔

جماعت کے دوستوں کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ مخالف اقوام کی طرف سے ہر قسم کی باتیں سن لو۔ اور برداشت کرو۔ لیکن

حکومت سے مطالبہ

کرو۔ کہ ہمارے ساتھ جو سلوک وہ کرتی ہے۔ وہی ہمارے مخالفوں سے کرے۔ اور اپنے افسروں کو ایسے احکام صادر کرنے سے روکے۔ جو محض حکومت جتانے کے لئے کئے جاتے ہیں۔ اور جو انصاف کے بالکل خلاف ہوتے ہیں۔ ورنہ ہم ایسی باتوں کا ازالہ ضرور کرا کر چھوڑیں گے۔ خواہ عدالتوں کے ذریعہ سے کرائیں۔ اور خواہ ایسی ایجی ٹیشن کے ذریعہ جس کی قانون اجازت دیتا ہے۔

میں پھر جماعت کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ سلسلہ کی عزت کے تحفظ کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہو جائے۔ ہمت کرنے والا ہمت کرتا ہے تو اس میں کامیابی بھی ہو جاتی ہے۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ کہ جماعت قادیان نے صوفی عبدالقدیر صاحب کی ماتحتی میں جن کو ملک میں کوئی خاص سیاسی یا تمدنی پوزیشن حاصل نہ تھی۔ اپنے جذبات کا اظہار کیا تھا۔ اور کہہ دیا تھا۔ کہ اس طرح

ہم ظلم برداشت نہیں کرسکتے

اور حکومت کو اتنے دن کی مہلت دیتے ہیں۔ کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہ اس عرصہ کے اندر اس کا ازالہ کر دے۔ ورنہ ہم اپنی قربانیوں کے ذریعہ اس کا ازالہ کرائیں گے تو حکومت کا ایک خاص پیغامبر گورداسپور آیا اور وہاں سے راتوں رات حکومت کا جواب یہاں پہنچایا گیا۔ کہ آپ کی شکایات پہنچ چکی ہیں۔ اور ان کی طرف توجہ کی جا رہی ہے۔ تو جب قوم قربانی کے لئے تیار ہو جائے۔ تو حکومت بھی اسکی بات ماننے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ کیونکہ حکومتیں پبلک کے ساتھ بگاڑ پیدا نہیں کیا کرتیں۔ اگر وہ ایسا کریں۔ تو چل نہیں سکتیں۔ اور جب کسی قوم کو خود اپنے حقوق کی حفاظت کا خیال نہ ہو۔ تو حکومت بھی خاموش رہتی ہے بعض اوقات حکومت کی نیت تو اچھی ہوتی ہے۔ مگر وہ اس خیال سے کہ اکثریت کو بگاڑ کر فساد کیوں پیدا کریں۔ اقلیت کو تھپک کر سلانے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن ہم یہ نہیں ہونے دیں گے۔ اسے یا تو ہمارا حق دینا پڑے گا۔ یا کہنا پڑے گا۔ کہ تم ہماری رعایا نہیں ہو۔ اس صورت میں پھر

مذہب اور قانون کے ماتحت

جو کچھ ہم سے اپنی عزت کی حفاظت کے لئے ہو سکے گا۔ کریں گے۔ حکومتوں کو ہمیشہ یا تو انصاف دینا پڑتا ہے۔ اور یا پھر وہ بدنام ہو جایا کرتی ہیں اور بدنامی حکومت کے لئے ہی نقصان کا موجب ہؤا کرتی ہے۔ افراد کے لئے نہیں۔ ہم گو عدم تعاون وغیرہ اصول کے قائل نہیں۔ مگر قانون کے اندر رہتے ہوئے ایسے ذرائع اختیار کر سکتے ہیں۔ کہ جن سے حکومت ہماری عزت کی حفاظت پر مجبور ہو جائے۔ اور اپنی عزت کی حفاظت کے لئے ہماری عزت پر ہاتھ ڈالنا چھوڑ دے۔ ہماری جماعتیں خدا تعالےٰ کے فضل سے دنیا کے کونہ کونہ میں ہیں۔ اور وہ ہر جگہ انگریزوں کی تعریف کرتی ہیں۔ اور کہتی ہیں۔ کہ مرکز والے کہتے ہیں۔ کہ انگریزوں کی حکومت اچھی ہے۔ امریکہ۔ جرمنی چین۔ جاپان۔ سماٹرا۔ جاوا وغیرہ ممالک میں ہماری جماعتیں ہیں۔ اور اس رنگ میں ہر جگہ ہی انگریزی حکومت کو ان سے فائدہ پہنچا ہے۔ کیونکہ ہم

انگریزوں کے انصاف کی تعریف

کرتے تھے۔ تو وہ بھی قدرتاً ان باتوں کو دہراتے تھے۔ لیکن حکومت کا یہ رویہ نہ بدلا تو لازماً آئندہ احمدیوں کے منہ پر کم سے کم ہندوستانی حکومت کی بُرائی ہوگی۔ تعریف نہ ہوگی۔ اور اس کا اثر دوسرے ملکوں پر بھی پڑے گا۔ کیونکہ ہماری جماعت اس وقت سب دنیا میں خدا تعالےٰ کے فضل سے پھیل چکی ہے۔ اور اگر ہم اور کچھ بھی نہ کریں۔ تو بھی صرف یہ امر حکومت کی بدیوں سے دنیا کو واقف کرنے کے لئے کافی ہوگا۔ اور وہ اس سزا کی عظمت کو محسوس کرے گی۔ علاوہ ازیں ایک اور صورت بھی ہے۔ ہم اگر گذشتہ واقعات کو لکھ کر ملک میں پھیلا دیں۔ اور لوگوں کو یہ بتائیں۔ کہ اس اس طرح ہمارے خلاف ہمارے دشمن کارروائیاں کرتے رہے۔ یا بعض حکام یا ماتحت اظہار عداوت کرتے رہے ہیں۔ لیکن باوجود وقت پر مقامی حکام کو توجہ دلانے کے اور پھر بالا حکام کو توجہ دلانے کے کوئی تدارک نہیں ہؤا۔ اس کے مقابلہ میں ہمارے بعض افراد پر دشمنوں نے غلط الزامات لگائے۔ تو ان پر فوراً کارروائی کی گئی۔ اور جواب طلبیاں یا قانونی کارروائیاں شروع ہو گئیں۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ ہمارے ساتھ ناانصافی کی جاتی ہے۔ اور

ہمارے مخالفوں سے جنبہ داری کا برتاؤ

کیا جاتا ہے۔ تو یہی ترکیب حکومت کو ہوش میں لانے کے لئے کافی ہے۔ بلکہ ساری دنیا تو کجا اگر صرف ہندوستان بلکہ پنجاب میں ہی ایسا کریں۔ تو تمام انصاف پسند لوگ حکومت کو ملامت کریں گے۔ دراصل انسانی فطرت کو اللہ تعالےٰ نے ایسا بنایا ہے۔ کہ جب اس پر صحیح جرم کا الزام لگایا جائے۔ تو وہ ضرور شرمندہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے غریب کو بچانے کے لئے یہ مادہ انسان کی فطرت میں رکھ دیا ہے کہ بڑے سے بڑے بادشاہ پر بھی جب سچا اعتراض کیا جاتا ہے۔ تو وہ کانپ اٹھتا ہے۔ اور اس طرح غریب کے حق کی دادرسی ہو جاتی ہے۔ تو ہمارے لئے اللہ تعالےٰ نے علاج حکام کی ضمیروں میں پوشیدہ طور پر رکھ دیا ہؤا ہے۔ ہمیں نہ فتنہ و فساد کی ضرورت ہے۔ نہ عدم تعاون کی۔ پچھلے دنوں جب حکومت کے بعض افسروں نے ہمارے متعلق یہ کہنا شروع کیا۔ کہ یہ حکومت کے غدار ہیں۔ تو ہم نے اس کے متعلق ولایت میں ان پُرانے افسروں کے پاس ذکر کیا۔ جو ہمیں جانتے اور ہم سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اس پر پارلیمنٹ کے بعض ممبروں نے وزراء سے سوال کئے۔ اور انہوں نے یہاں سے دریافت کرایا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ نہیں ہم تو انہیں بڑا وفادار سمجھتے ہیں۔ غرض اللہ تعالےٰ نے انسانی دماغ میں ایسا مادہ رکھا ہے۔ کہ وہ غریب اور کمزور کی حفاظت پر مجبور ہوتا ہے۔ ضرورت صرف عقل سے کام کرنے کی ہوتی ہے۔ اور اس بات کی کہ انسان

اپنے نفس پر قابو

رکھے۔ اور اپنی مظلومیت کو ثابت کر سکے۔ اگر کوئی شخص کسی کو دس جوتیاں مارتا ہے۔ اور وہ اسے برداشت کر لیتا ہے۔ لیکن جب وہ گیارھویں مارنے لگے۔ تو یہ بھی ایک اسے مار دے۔ تو جنہوں نے پہلا حال نہ دیکھا ہو۔ اور بعد میں پہنچے ہوں۔ وہ یہی کہیں گے۔ کہ دونوں لڑ رہے تھے۔ وہ اسے مارتا تھا۔ اور یہ اسے۔ لیکن جو گیارھویں ضرب بھی برداشت کرے۔ اس کے ساتھ ہر کوئی ہمدردی کا اظہار کرے گا۔ اور کہے گا۔ کہ اس نے ہاتھ نہیں اٹھایا۔ پس یاد رکھو۔ کہ

مظلومیت اپنی ذات میں بڑا حملہ ہے

اور یہ خود ظالم کا ہاتھ کاٹنے کے لئے کافی ہے۔ اگر تم میرے ساتھ ان دو باتوں میں تعاون کرو۔ یعنی میری ہدایات پر عمل کرتے ہوئے قربانیوں کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور انتہائی مظلومیت اور قانون کی اطاعت کو برداشت کر لو۔ تو تمہاری عزت دنیا میں اس طرح قائم ہو جائے گی۔ کہ جو لوگ تمہیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ نامراد ہونگے۔ اور تم اپنی آنکھوں سے ان کو شکست خوردہ اور میدان سے بھاگتے ہوئے دیکھ لوگے۔

پھر میری نصیحت تم کو یہی ہے۔ کہ ایک طرف تو انتہائی قربانی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور دوسری طرف ظالم بننے کے بجائے مظلوم بنو۔ قادیان میں خواہ کسی قوم کا ایک ہی فرد رہتا ہو۔ وہ یہی سمجھے۔ کہ میں بہت بڑا ہوں۔ اور یہ لوگ میرے سامنے حقیر ہیں۔ تم اپنے آپ کو بڑا مت سمجھو۔ تمہاری ابھی دنیاوی لحاظ سے ہستی ہی کیا ہے۔ سکھ صرف چالیس لاکھ ہیں۔ لیکن حکومت ان سے ڈرتی ہے۔ احمدی اگر بیس لاکھ بھی ہوں۔ تو ان کی عزت ظالم حکام سے بھی اور ظالم رعایا سے بھی محفوظ ہو جائے۔ اور کسی کو جرأت نہ ہو۔ کہ ان کو ترچھی نگاہ سے بھی دیکھ سکے۔ لیکن ابھی جماعت بہت کم ہے۔ جس کی وجہ سے جو حکام اخلاقی زور سے نہیں بلکہ

پولیس کے زور سے حکومت

کرنے کے عادی ہیں۔ جماعت کے حقوق کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ لیکن اس قلیل جمعیت کے باوجود اگر جماعت میں سچی روح ہو۔ تو یہ ممکن نہیں۔ کہ حکومت کے افسر جماعت کو ڈرا لیں۔ مومن کبھی کسی سے بھی نہیں ڈرتا۔ ہاں ایک صورت ہے۔ جس سے حکومت اپنا مطلب پورا کر سکتی ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ اگر کسی وقت اس کے راستہ میں دقتیں ہوں۔ تو ہم کو حالات بتا کر ہم سے

تعاون کی درخواست

کرے۔ اس صورت میں بالکل ممکن ہے۔ کہ ہم اپنے حقوق کو خود خوشی سے چھوڑ دیں۔ اگر تو کوئی افسر ہمیں یوں کہے۔ کہ ہم مانتے ہیں ... نے یا فلاں شخص نے تم پر ظلم کیا ہے ... ہمارے لئے انتظام کرنا مشکل ہو ... لئے تم معاف کر دو۔ تو ہم یقیناً معاف ... لیکن اسکی بجائے وہ ظالم کے بچاؤ کے ... دلائل دینے لگتے ہیں۔ اور ہم پر اعتراض ... لگتے ہیں۔ جسے برداشت کرنے کے ... تیار نہیں ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ ہم مظلوم ... ہوں۔ اور حکام محض بزدلی سے اور احرار ... دوسری قوموں سے ڈر کر ہمارے حقوق ... تلف کریں۔ اور پھر اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لئے ہمیں ہی غلطی پر قرار دیں۔ ایسی صورت میں ہمارا فرض ہے۔ کہ ملکی قانون کو مدنظر رکھتے ہوئے جو تدبیر بھی اس سختی کو دور کرنے کے لئے اختیار کر سکیں۔ کریں۔ غرض حکومت ... انصاف کرنا پڑے گا۔ اور یا ہماری مظلومیت کو تسلیم کر کے ہم سے خواہش کرنی پڑے ... کہ ہم اسکی مشکلات کو دیکھتے ہوئے ... حق کا مطالبہ نہ کریں۔ لیکن اگر وہ ایسا نہ کریں تو میں جیسا کہ پہلے کہہ آیا ہوں۔ ہماری جماعت کو دو باتیں کرنی پڑیں۔ ایک تو یہ کہ وہ قربانی کے لئے تیار ہو جائے۔ اور دوسرے یہ کہ وہ اپنے

اخلاق کی اصلاح

کرے۔ اور قانون کی اطاعت پر پہلے سے بھی زیادہ کاربند ہو۔ انہیں چاہیئے۔ کہ وہ ہر قسم کے ظلم کو کلی طور پر چھوڑ دیں۔ اور اپنے نفس کی عزت کا خیال دل سے نکال دیں۔ ان کی عزت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ نہیں۔ آپ پر مکہ میں جسے خدا تعالےٰ نے امن والا شہر بنایا ہے۔ اور جہاں تمام مشرک اور بت پرست بھی آزادی کے ساتھ رہتے سہتے تھے۔ عین خانہ کعبہ میں جب آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور سجدہ میں تھے۔ بعض شریر مخالفوں نے اونٹ کی گوبر سے بھری ہوئی اوجھڑی لا کر آپ کے سر پر رکھدی انہیں سوچنا چاہیئے۔ کہ کیا ہماری عزت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھی زیادہ ہے۔ اگر

ہمارا آقا اور سردار

ان باتوں کو برداشت کر لیتا تھا۔ تو ہمیں اس سے کئی گنا زیادہ مصائب برداشت کرنی چاہئیں۔ پس جب تمہاری ذلت ہو۔ تو اسے برداشت کرو۔ اور جب تم پر ظلم ہو۔ تو خاموش رہو۔ ہاں صرف ایک بات کو مدنظر رکھو۔ اور وہ یہ کہ جہاں سلسلہ کی عزت کا سوال ہو۔ اس وقت ہر جائز قربانی کرنے کے لئے تیار رہو۔ اور جب تم ان دو باتوں کے لئے تیار ہو جاؤ گے۔ یعنی ظلم سہنے اور قربانی کرنے

...ں کا سد باب کرنے کیلئے وزارت قدم اٹھانے پر غور کر رہی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مشہور مسٹر جناح کے ۱۴ نکات

۱۴ نکات۔ (۱) طرز حکومت وفاقی ہو۔ (۲) ... کوئی ایسا مسودہ قانون منظور نہ ہو۔ جس پر ... فرقہ کی تین چوتھائی (¾) اکثریت کو کوئی ... اعتراض ہو۔

(۳) صوبائی اور مرکزی مجالس منتخبہ میں مسلم ... نشستوں کی تعداد مخصوص ہو۔

(۴) مسلم اقلیت والے صوبوں میں مسلمانوں کو پاسنگ (ویٹیج) دیا جائے۔

(۵) پنجاب۔ بنگال اور دیگر اکثریت والے صوبوں میں نشستیں اس طرح محفوظ کی جائیں کہ مسلم اکثریت کسی طرح اقلیت میں تبدیل ... نہ ہو۔

(۶) مرکزی اور صوبائی وزارتوں میں مسلمانوں کو ... جائز حق دیا جائے۔

(۷) صوبہ سرحد اور صوبہ بلوچستان کو دوسرے صوبوں کی طرح اصلاحات دی جائیں۔

(۸) صوبائی اور مرکزی ملازمتوں میں مسلمانوں کو مناسب حصہ دیا جائے۔

(۹) صوبہ سندھ کو صوبہ بمبئی سے علیحدہ کر دیا جائے۔

(۱۰) مرکزی مجالس آئین ساز میں مسلمانوں کو ⅓ نمائندگی دی جائے۔

(۱۱) دستور اساسی میں اس وقت تک کوئی ترمیم نہ ہو۔ جب تک تمام اجزاء اسکی خواہش نہ کریں

(۱۲) مسلمانوں کی تعلیم۔ زبان۔ مذہب اور کلچر کی حفاظت کی جائے۔

(۱۳) مسلم قانون شریعت کا تحفظ کیا جائے۔

(۱۴) شرعی مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے قاضی مقرر کئے جائیں۔

تازہ سات نکات

چونکہ کانگرسی صوبوں میں مسلمانوں پر ہولناک مظالم توڑے جا رہے ہیں۔ نیز ان کے حقوق کو سرکاری دفاتر میں اور اداروں میں کھلے بندوں پامال کیا جا رہا ہے۔ اسلئے کانگرسی حکومتوں کے غیر منصفانہ اور ہندوؤں کے ظالمانہ رویہ کے پیش نظر مسٹر جناح نے سابقہ ۱۴ نکات پر حسب ذیل ۷ نکات مستزاد کئے ہیں:-

(۱) مسلم لیگ ایک علیحدہ سیاسی جماعت کی حیثیت سے قائم رہے گی۔ کانگرس میں ضم نہ ہوگی۔

(۲) کانگرس نے مسلم عوام کے ساتھ براہ راست رابطہ پیدا کرنے کا جو پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے۔ اسے بالکل ترک کر دیا جائے گا۔

(۳) فرقہ وارانہ مسائل میں مسلم لیگ پوری طرح آزاد ہوگی۔

(۴) بلدیات اور دیگر لوکل باڈیز (ڈسٹرکٹ بورڈ وغیرہ) کا انتخاب جداگانہ انتخاب کے اصول پر ہوگا۔ کانگرس کی طرف سے مشترکہ انتخاب کو رائج کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی جائیگی۔

(۵) کانگرس موجودہ سہ رنگے جھنڈے کے ساتھ ساتھ لیگ کے جھنڈے کو بھی قبول کریگی اور تمام مقامات پر یہ دونوں جھنڈے اکٹھے بلند کئے جائیں گے۔

(۶) کانگرس بندے ماترم کا ترانہ بند کر دیگی۔

(۷) ہندی کی حمایت میں کانگرس کی طرف سے جو پروپیگنڈا ہو رہا ہے۔ اسے بند کر دیا جائیگا۔ یعنی ہندی ساہتیہ سمیلن جیسے تمام اداروں سے وہ اپنی علیحدگی کا اعلان کر دیگی۔ یا اس پروپیگنڈا کے ساتھ ساتھ اردو کا پروپیگنڈا بھی کیا جائیگا۔

یورپ مصر اور ہندوستان کے اخباروں کی اشاعت

انگریزی اخبار "ڈیلی میل" دہلی روزانہ ۱۹ لاکھ چھپتا ہے۔ پیٹی بارزیاں (پیرس) کی اشاعت ۲۰ لاکھ روزانہ ہے۔ جرمنی کا سرکاری اخبار روزانہ چالیس لاکھ چھپتا ہے۔ مصر کے عربی اخبارات کی اشاعت ۴۰-۵۰ ہزار روزانہ ہے۔ ان میں "البلاغ" اور "الاہرام" بہت مشہور ہیں۔ فلسطین کے عربی اخبارات ۴-۵ ہزار روزانہ سے زیادہ نہیں چھپتے۔ جاپانی اور روسی اخبار بھی ۳۰ لاکھ چھپتے ہیں۔ ہندوستان کے اردو اخبارات۔ خلافت۔ زمیندار۔ انقلاب مدینہ۔ الجمعیت کا نام تو بہت بڑا ہے۔ لیکن افسوس کہ ان میں سے کسی کی اشاعت ۳-۴ ہزار سے زیادہ بیان نہیں کی جاتی۔

گجراتی اور انگریزی اخبارات جو ہندوستان سے شائع ہوتے ہیں۔ اردو اخبارات سے نسبتاً زیادہ چھپتے ہیں۔ انگریزوں کے روزنامچے ٹائمیز بمبئی اور سٹیٹسمین کلکتہ بہت زیادہ مشہور ہیں۔

گجراتی اخبارات میں سانج ورتمان کا نام لیا جاتا ہے۔ ٹربیون۔ لیڈر۔ ہندو (مدراس) کی اشاعت ۷ اور ۱۰ ہزار کے درمیان بتائی جاتی ہے۔ پرتاب۔ ملاپ۔ اور ویر بھارت کی اشاعت بھی تین چار ہزار کے درمیان کہی جاتی ہے۔

ڈاکٹروں کی اخلاقی کمزوریاں

مسٹر وجے لکشمی وزیر یو۔ پی نے میڈیکل مصارف پر تقریر کرتے ہوئے ڈاکٹروں کی اخلاقی کمزوریوں پر حسب ذیل الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:-

"بڑی دقت یہ ہے۔ کہ ڈاکٹروں کا طبقہ اتنا ذلیل ہو گیا ہے۔ کہ اسے صرف اپنی آمدنی اور جیبیں بھرنے کا خیال ہے۔ ان حریصوں کو ذرا خیال نہیں آتا۔ کہ حتی الامکان زیادہ سے زیادہ انسانوں کی خدمت کرنا ان کا فرض ہے۔ لوگوں کے گھروں پر جا کر مریضوں کو دیکھنے کے لئے سول سرجن کا ۱۶ روپیہ فیس چارج کرنا کتنا مذموم اور خراب دستور ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ گرانقدر مشاہرات پانے والے ڈاکٹر پبلک کی خدمت مفت کریں۔ مگر افسوس ہے۔ کہ ہندوستانی ڈاکٹروں کا تو آوے کا آوہ ہی بگڑا ہوا ہے۔ ایک طرف تو ان لوگوں نے اپنی فیس اتنی گراں مقرر کر رکھی ہے۔ کہ غریب چھوڑ متوسط الحال بھی ان کی فیس بآسانی ادا نہیں کر سکتے۔ ان لوگوں کی بددماغی کا یہ عالم ہے۔ کہ بعض اوقات وہ فیس کی پیشکش کو بھی ٹھکرا دیتے ہیں۔ اور بدنصیب مریضوں کے مکان پر جانے سے انکار کر دیتے ہیں۔ ان پیشہ ور ڈاکٹروں کا اخلاق پست ہو گیا ہے۔ صرف ہسپتالوں کے ڈاکٹر ہی لالچ کے مرض میں مبتلا نہیں ہیں۔ بلکہ پرائیویٹ پریکٹس کرنے والے ڈاکٹروں کی حالت بھی قریباً یہی ہے۔ ضرورت ہے۔ کہ ڈاکٹر اپنے اخلاق کو بلند کریں۔ اور اپنے پیشہ کو زر اندوزی کے ذلیل مقصد سے بلند ثابت کرنے کی کوشش کریں۔ اس سلسلہ میں حکومت کا بھی فرض ہے۔ کہ وہ ہسپتالوں کے بیجا اخراجات کو کم کرے۔ جو مریضوں اور ان کے رشتہ داروں کی کھال تک ادھیڑ دیتے ہیں۔ جو ہسپتال پبلک کے روپیہ سے چل رہے ہیں۔ ان میں پبلک کے ساتھ ایسا افسوسناک سلوک بے حد قابل اعتراض ہے۔

ٹرکی کے دیہات

ٹرکی میں قریباً ۴۲ ہزار گاؤں ہیں۔ جو ہندوستانی دیہات کی طرح تباہ اور خستہ حال نہیں ہیں۔ لیکن قدامت کا دلچسپ نمونہ ضرور ہیں۔ کیونکہ ان میں آج بھی صدیوں پیشتر کا طرز تعمیر اور فن عمارت موجود ہے۔ کچھ عرصہ سے انگورہ وغیرہ بڑے شہروں کے قرب و جوار میں "موڈل ولجز" یعنی نمونہ کے دیہات کی تعمیر کا سلسلہ بڑی تیزی سے شروع ہے۔ جو نفاست اور حسن ترتیب کے لحاظ سے یورپ کے بہترین "موڈل ولجز" کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ان کی سڑکیں پختہ اور سیدھی ہیں۔ ہر گاؤں میں ایک سکول ایک پبلک حمام۔ سنیما۔ ریڈیو۔ ہوٹل۔ ٹیلیفون۔ ڈیری فارم۔ پاور ہوس (بجلی گھر) پارک فیکٹری کواپریٹو سوسائٹی کا دفتر۔ ہوائی جہازوں کی تربیت کا کلب۔ شفاخانہ۔ قہوہ خانہ۔ لیکچر ہال۔ دفتر حفظان صحت۔ مویشیوں کا ہسپتال۔ انقلاب کا یادگاری چوک۔ فائر بریگیڈ ریڈنگ روم اور مذبح موجود ہے۔ ہر گاؤں کا قبرستان آبادی سے ½ میل کے فاصلہ پر بنایا گیا ہے۔ مردوں کو قبرستان کے علاوہ کسی دوسری جگہ دفن کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

اس امر کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہر گاؤں کی معمولی ضروریات اسی گاؤں کی فیکٹری سے پوری کی جائیں۔ متعدد دیہات میں پولٹری۔ نرسری اور مویشیوں کی افزائش نسل کی تعلیم کے ادارے قائم کئے گئے ہیں۔ حکومت اپنے کسانوں کے لئے زرعی تعلیم کا انتظام بھی معقول پیمانہ پر کر رہی ہے۔ کیا ہندوستان کی صوبجاتی حکومتیں اپنے اپنے صوبجات میں ایسے دیہات کے نمونے قائم کر کے دیہاتیوں کی حقیقی ترقی کا سنگ بنیاد رکھنے کی تکلیف گوارا کریں گی۔

غلاظت خور سادھو

اس سال ہردوار کے میلہ کنبھ میں ایک عجیب سا دھو دیکھا گیا ہے۔ جسے اگر غلاظت کا کیڑا کہا جائے۔ تو بیجا نہ ہوگا۔ یہ گدھے سے زیادہ گھناؤنا جانور گنگا کے کنارے گڑھا کھود کر اس میں بالکل برہنہ تن تنہا بیٹھا رہتا ہے۔ دیکھنے میں بڑا موٹا تازہ ہے۔ اس کے گرد مٹی کے تین چار پیالوں میں پاخانہ۔ پیشاب۔ تھوک۔ کھنگار اور پانی پڑا رہتا ہے۔ اس کے بدن پر بھی پاخانہ ملا رہتا ہے۔ منہ سے رام رام جپتا رہتا ہے۔ زمانہ کی دون پروری اور جہالت کا یہ عالم ہے۔ کہ ہر وقت سینکڑوں ضعیف الاعتقاد مرد عورتوں کا جھرمٹ اس کے گرد جمع رہتا ہے۔ وہ مدت تک بہت سے غلاظت پسند اشخاص کو چیلا مونڈ چکا ہے۔ جو اشخاص اس کے چیلے بنتے ہیں۔ سب سے پہلے وہ اپنا زنار اور سر کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چوٹی (بودی) کاٹ کر وہاں رکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ وہاں کٹی ہوئی بودیوں اور زناروں کا ایک ڈھیر لگا ہوا ہے۔ جب بودی اور جنیو کٹوا کر چیلے اس غلیظ جانور کے پیش ہوتے ہیں۔ تو وہ انہیں پہلے پرشاد کے طور پر کھانے کے لئے پاخانہ دیتا ہے۔ جسے کھا کر وہ باقاعدہ چیلوں کی سلک میں منسلک ہو جاتے ہیں۔ بعد میں انہیں رام رام جپنے کا سبق سکھا دیا جاتا ہے۔

ایک دیوی سادھو کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ مجھے اولاد کی آرزو ہے۔ سادھو نے ایک پیالہ اس کے آگے کیا۔ اور کہا۔ کہ اس میں پیشاب کردو۔ پہلے تو وہ عورت جھجک گئی۔ لیکن جب دوسری عورتوں نے زور سے کہا۔ کہ مہاراج تم پر دیالو ہیں۔ کرپا یعنی مہربانی کرتے ہیں۔ پھر تم شرماتی کیوں ہو؟

چنانچہ اس عورت نے پیالے میں پیشاب کیا۔ جسے سادھو جی شیر مادر یا شراب سمجھ کر غٹا غٹ پی گئے۔ اور کہنے لگے۔ جا تیری مراد پوری ہو گی۔ تو اب لڑکا جنے گی۔ اس غلاظت خور کے چیلے بھی ویسے ہی غلاظت پسند اور غلاظت خور ہوں گے۔ سچ ہے۔ ؎

چو احمق درجہاں باقیست کس مفلس نمے ماند

حیرانگی ہے۔ کہ سادھو خود بھی غلاظت کھاتا ہے۔ اور اپنے چیلوں کو چیلا بنتے ہی غلاظت کھلا دیتا ہے۔ لطف یہ ہے۔ کہ اس غلاظت خوری اور پیشاب نوشی کے باوجود یہ شخص خوب موٹا تازہ اور لحیم و شحیم ہے۔ اور زندہ ہے۔ اس سادھو کے مقابلہ میں ڈاکٹروں کی تمام تھیوریاں غلط ہو گئی ہیں۔

گاندھی جی اور مسٹر جناح کی گفت و شنید

ہندو مسلم اتحاد کا مسئلہ بلاشبہ نہایت پیچیدہ اور خاردار ہے۔ جس کے حل کرنے کے لئے بارہا کانفرنسوں کی شکل میں بحث و تمحیص ہوئی ہندوستان میں متعدد مشورتی کانفرنسیں ہوئیں اس کے بعد لنڈن میں گول میز کانفرنسوں کے مواقع پر بھی لیڈروں میں تبادلۂ خیالات ہؤا۔ مگر مسئلہ کے حل میں کوئی مدد نہ مل سکی۔

گاندھی اور مسٹر جناح کے درمیان بمبئی میں گفت و شنید ہوئی ہے۔ جو ابھی ناتمام ہے۔ اور جس کے متعلق مزید گفت و شنید ہونے والی ہے۔ اس بات چیت کے سلسلہ میں جو نہایت اہم خبر شائع ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ گاندھی جی اور مسٹر جناح کی گفت و شنید ۲½ بجے ختم ہو گئی جس کے اختتام پر یہ اعلان شائع کیا گیا "کہ ہم نے ہندو مسلم اتحاد کے مسئلہ پر تین گھنٹے گفت و شنید کی۔ اس مسئلہ پر مزید گفت و شنید ہو گی۔ پبلک کو اس کے متعلق مناسب وقت پر مطلع کیا جائے گا۔"

مسٹر گاندھی اور مسٹر جناح کے متبسم چہروں سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ گفت و شنید نہایت آزادانہ اور دوستانہ طور پر ہوئی۔ اور دونوں اس سے مطمئن نظر آتے تھے۔ گفت و شنید کا سلسلہ ایک منٹ کے وقفہ بغیر تین گھنٹے جاری رہا۔ مشترکہ اعلان کا یہ جملہ کہ مزید گفت و شنید ہو گی ظاہر کرتا ہے۔ کہ گفت و شنید اطمینان بخش رہی۔ اور دوبارہ جلد شروع کی جائے گی۔

معلوم ہؤا ہے۔ کہ مہاتما گاندھی کے زیر ہدایت کانگرس ورکنگ کمیٹی ہندو مسلم مفاہمت کے متعلق ایک فارمولا تیار کرے گی۔ جسے گاندھی جی کی معرفت مسٹر جناح کے روبرو پیش کیا جائے گا۔

اس وقت ضرورت یہ ہے۔ کہ مسئلہ اتحاد کو حل کرنے اور مفاہمت کی تجویز کو پختہ بنانے کے لئے ساز گار فضا پیدا کی جائے۔

جیلوں میں بید کی سزا

یو۔ پی میں مسٹر گوپی ناتھ سری واستو پارلیمنٹری سکرٹری و انچارج محکمہ جیل خانجات کی صدارت میں جو ریفارم کمیٹی بنائی گئی ہے۔ اس کا اجلاس چار دن ہوتا رہا۔ اس نے بغرض اصلاح جو سفارشات کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ کہ قیدی عورتوں کو قیدی مردوں سے علیحدہ جیلوں میں رکھنا چاہیئے۔ اور ان میں عورتوں کا سٹاف مقرر کیا جائے۔ دوسری یہ ہے۔ کہ قیدیوں کو سزائے بید نہ دی جائے۔ تیسری یہ ہے۔ کہ قیدیوں کے بیڑیاں نہ لگائی جائیں۔ ان میں سے ہر ایک سفارش نہایت ضروری ہے۔ علیحدہ جیلوں میں رکھنے سے قیدی عورتوں کے اخلاق اچھے رہیں گے۔ بید کی سزا نہایت وحشیانہ طرز کی ہے۔ اس کا انسداد ہونا چاہیئے۔

اڑیسہ کی کانگرسی وزارت

مسٹر ڈین جو اڑیسہ کی کانگرسی وزارت کی ماتحتی میں کام کر چکے ہیں۔ ان کے اڑیسہ کا قائم مقام گورنر مقرر کئے جانے سے کانگرسی وزارت کے لئے ذلت آفریں پوزیشن کا ظہور ہؤا ہے۔ مطالبہ یہ ہے۔ کہ مسٹر ڈین کو قائم مقام گورنر نہ بنایا جائے۔ لیکن گورنمنٹ نے اس بارہ میں اب تک کوئی کارروائی نہیں کی۔ اسلئے فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ اگر مسٹر ڈین کے تقرر کے فیصلہ میں تبدیلی نہ کی گئی۔ تو اڑیسہ کی وزارت مستعفی ہو جائے گی۔ گو مستعفی ہونے کی تاریخ کا تعین نہیں ہؤا ہے۔ لیکن امید کی جاتی ہے۔ کہ وزارت ۵ مئی کو مستعفی ہو گئی ہو۔

روس جرمنی اور اٹلی کے ڈکٹیٹر

دنیا کی تین بڑی سلطنتوں کی قسمت ان تین اشخاص کے ہاتھوں میں ہے۔ مسولینی (۵۵ سالہ) ہٹلر (۴۹ سالہ) اور سٹالن (۵۹ سالہ) ان کے خاتمہ کے بعد کیا وقوع میں آئے گا؟ ان کا جانشین کون ہو گا؟ اٹلی۔ جرمنی اور روس میں ڈکٹیٹروں کے جانشین منتخب ہو چکے ہیں۔ ڈکٹیٹروں نے جس طرز حکومت کو رواج دیا ہے۔ جانشین انہیں قائم رکھیں گے۔ اٹلی کے ڈکٹیٹر کا نام کاونٹ کیانو ہے۔ وہ مسولینی کی سب سے بڑی لڑکی کا خاوند ہے۔ اٹلی میں وزیر خارجیہ ہے۔ ہوشیار ڈپلومیٹ اور بے خوف ماہر پرواز ہے۔

مولانا ابوالکلام پر طنز

بہار اسمبلی میں حکومت کی طرف سے ایگریکلچرل انکم ٹیکس بل کے نام سے ایک مسودہ قانون پیش ہؤا ہے۔ اس کا مقصد وقف جائیدادوں پر ٹیکس عائد کرنا تھا۔ مسٹر جگت نارائن لال پارلیمنٹری سکرٹری نے ۲۱ اپریل کو اس میں ترمیم پیش کی کہ مسلمانوں کے وہ اوقاف جو جماعتی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس سے مستثنیٰ رکھے جائیں۔ اور جو وقف ذاتی ہیں۔ یعنی جن پر کسی شخص واحد کا قبضہ ہے۔ ان پر ٹیکس لگایا جائے۔

بہار کی کانگرسی حکومت نے مسودہ پیش کرنے سے پہلے مولانا ابوالکلام آزاد سے اس کے متعلق شرعی فتوے طلب کر لیا تھا۔ اور انہوں نے جماعتی اوقاف کو مستثنےٰ رکھنے اور ذاتی اوقاف پر ٹیکس لگانے کی تجویز کی تائید کی تھی۔ لیکن بہار اسمبلی کے مسلمان ممبروں نے مولانا کے فتوےٰ کو بھی تسلیم نہ کیا۔ اور کہا کہ یہ مداخلت فی الدین ہے۔ اس پر معاصر "احسان" لکھتا ہے۔ "ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ مولانا کا فتوےٰ غلط ہے یا صحیح۔ البتہ ہمیں یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے۔ کہ حضرت امام الہند جنہیں کسی اسلامی حکومت کے مفتی اعظم بننے کا فخر حاصل ہونا چاہیئے تھا۔ آج کل کانگرسی دربار کے مفتی کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

ع وائے گر در پسِ امروز بود فردائے"

برطانیہ کا بجٹ

برطانیہ کے وزیر خزانہ سر جان سائمن نے اپنا بجٹ برطانوی پارلیمنٹ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ یہ بجٹ برطانوی لوگوں کے لئے نہایت ہی مایوس کن ثابت ہؤا ہے۔ کیونکہ اس میں ٹیکسوں میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ چائے اور پٹرول پر محصول میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ اور انکم ٹیکس چھ پنس کے لحاظ سے بڑھا دیا گیا ہے۔ سر جان سائمن کا کہنا ہے۔ کہ ٹیکس میں یہ اضافہ اسلئے کیا گیا ہے۔ کہ بجٹ میں جو ۳۰۰۰۰۰ پونڈ کا خسارہ ہونا تھا۔ وہ بچ جائے۔ نئے ٹیکسوں کی وجہ سے اب بچت کا بجٹ پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اور یہ بچت بھی کوئی معمولی نہیں۔ بلکہ ۲۸۷۸۶۰۰۰ پونڈ کی ہو گی۔

دوسرے ملکوں کی طرح برطانیہ بھی ایک تیز رفتار سے اپنے اسلحہ میں اضافہ کر رہا ہے۔ اس کے لئے روپیہ چاہیئے۔ اور یہ روپیہ بغیر ٹیکس لگائے مہیا نہیں کیا جا سکتا۔

ایک برطانوی لیڈر نے بجٹ پر رائے زنی کرتے ہوئے درست کہا ہے۔ کہ اپنے آپ کو بمباری کا شکار کرنے کی بجائے بہتر ہے۔ کہ ہم مالی تکلیف برداشت کر کے بھی اپنی حفاظت کریں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ سر جان سائمن نے بھی اسی اصول پر کام کیا ہے۔ اسی لئے انہوں نے نئے ٹیکس لگائے ہیں۔

پنجاب کے نئے گورنر سر ہنری کریک کا اعلان

لاہور۔ ۲۹ اپریل۔ آج لاہور ڈسٹرکٹ سولجرز بورڈ نے سر ہنری کریک کو ایک ایڈریس پیش کیا۔ جس کے جواب میں گورنر پنجاب نے کہا۔ کہ میں فوجیوں کو سہولیات بہم پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔ آپ نے اس امر پر اظہار حیرت کیا۔ کہ اگرچہ پنجاب کی وزارت پنجاب کی فوجی روایات کو برقرار رکھنے کی پالیسی کا اعلان کئے ہوئے ہے۔ لیکن پھر بھی صوبہ کے بعض حصوں میں ایسی تقریریں کی جاتی ہیں۔ جن کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ لوگ فوج میں بھرتی نہ ؎

؎ ہوں۔ فوجی جماعتیں ایسے لوگوں کی باتوں پر بہت کم کان دھرتی ہیں۔ اسلئے ایسی باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ایسی تقریروں کا سد باب کرنے کیلئے وزارت قدم اٹھانے پر غور کر رہی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدی مشن

خداوند تعالےٰ کا مقدّس مسیحؑ کس غرض کو لیکر مبعوث ہوا؟

سوچ لو اے سوچنے والو کہ اب بھی وقت ہے ٭ راہِ حرماں چھوڑ دو رحمت کے ہو اُمیدوار
قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب ٭ وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار

تیس برس ہونے کو آئے۔ کہ خداوند تعالےٰ کا پیارا مسیح دمشق سے عین مشرقی جانب قادیان کی مقدس بستی سے خدا کی توحید کا نقارہ بجا کر اپنے رفیع الشان مالک کی آغوشِ رحمت میں جا بیٹھا۔ ہاں وہ حق تعالےٰ کے مقدس رسول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فدائی اور آپ کی محبت میں سرشار تھا۔ اس کے رخِ پُر نور کی جھلک چمنستانِ دہر کی ترقی کا باعث تھی۔ اور اسکی آنکھوں میں متلاشیانِ حق کے لئے ایک مسحور کن کشش تھی۔ شب و روز اس کے قلب میں صداقت کے جذبات دریاؤں اور سمندروں کی مانند موجزن تھے۔ باغبانِ حقیقی کی عالی بارگاہ میں اس کا گڑگڑانا آہ و زاری آہ و بکا سے زمین پر آنسوؤں کے موتی بکھیرنا اپنی نظیر آپ تھا۔ اس ماہتاب قدنی کی آمد سے تاریکیاں کافور اور دہر بے نور اسکی ضیا پاشیوں سے پر نور ہو گیا۔ کوتاہ بین نگاہوں کو اسکی جھلک ناگوار گزری۔ وہ جو پُر ظلمت راتوں میں رعد کی مثل گرجا۔ تو اسکی آواز سے بحر و بر چونک اٹھے۔ اوہو یہ کیا ہونے والا ہے۔ وے جو اتھاہ گہرائیوں میں تھے۔ باہر نکلے۔ صفحۂ عالم پہ ایک تغیر رونما ہوا۔ خوشگوار۔ پُر بہار گلستانوں میں بلبلانِ خوشنما چہچہانے اور اپنے دلربا نغموں سے دنیا والوں کو مسرور کن جلوہ دکھانے لگیں۔ غم و اندوہ کے دریاؤں میں غوطہ زن قلب مطمئن ہونے لگے۔ کشتیٔ اسلام ضلالت کے خوفناک طوفان سے نکل کر روحانیت کے پُر سکون دریا میں بہنے لگی۔ تا منزلِ مقصود کو طے کرے۔ اسلام اپنی پہلی سی شان و شوکت میں ظاہر ہونے لگا۔ اسلام کے حریف جھنجھلا کر اٹھتے ہیں۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ اسلامی آفتاب از سرِ نو اپنی پُر ضیاء شعاعوں سے تاریکی میں بسنے والی روحوں کو راہِ مستقیم پر لا رہا ہے۔ حسد کی آگ میں جلنے والے ملانے جن کی نسبت بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم احادیث میں ارشاد فرماتے ہیں۔ علماء ھم شرّ من تحت ادیم السماء اسلام کا سرسبز اور شاداب چمن دیکھکر دل ہی دل میں کڑھتے ہیں۔ محض اسلئے کہ اسلام کی کشتی کا ناخدا حضرت مرزا صاحب قادیانی علیہ السلام ہیں۔ نہ آؤ دیکھتے ہیں نہ تاؤ جھٹ تکذیب پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔ دشمن اسلام پنڈت دیانندجی کے چیلے اور یسوع مسیح کی بھیڑیں بھی ہمراہ ہیں۔ گویا الکفر ملة واحدة کا منظر آنکھوں کے سامنے ہے۔

دشمن خوش ہے۔ کہ میرا مدمقابل نحیف ہے۔ کمزور ہے۔ بے سر و سامان ہے اسکی بساط ہی کیا۔ کہ میرا مقابلہ کر سکے۔ ادھر خدا کا مسیح سر بسجود اسلام کی فتح اور دشمن کی شکست کے بارے میں اپنے مولیٰ کے حضور نہایت تضرع سے دعائیں کر رہا ہے۔ پیارے مولیٰ تو جانتا ہے۔ کہ میں نحیف ہوں۔ کمزور ہوں۔ بے کس بے یار و مددگار ہوں۔ پر میری نگاہ تیری نصرت پر ہے کیوں؟ اسلئے کہ تو صادقوں کو دشمن کے ہاتھوں تباہی کے گھاٹ اتارا نہیں کرتا۔

"میں جانتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ میرے ساتھ ہے۔ اگر میں پیسا جاؤں اور کچلا جاؤں اور ایک ذرّے سے حقیر تر سمجھا جاؤں۔ اور ہر ایک طرف سے ایذا اور گالی اور لعنت دیکھوں۔ تب بھی میں آخر فتحیاب ہونگا۔ مجھکو کوئی نہیں جانتا۔ مگر وہ جو میرے ساتھ ہے۔ میں ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا۔ دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں۔ اور حاسدوں کے منصوبے لاحاصل ہیں۔ خداوند کریم نے مجھے بارہا سمجھایا ہے۔ کہ ہنسی ہوگی اور ٹھٹھا ہوگا۔ اور لعنتیں پڑیں گی اور بہت ستائے جائیں گے۔ لیکن آخر نصرت الٰہی تیرے شامل ہوگی۔ خدا تعالےٰ دشمنوں کو مغلوب اور شرمندہ کرے گا۔"

"اے نادانو اور اندھو۔ مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا۔ جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا تعالےٰ نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا۔ جو مجھے ہلاک کر دیگا۔ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو۔ کہ میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں۔ اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ میں کسی کی پروا نہیں کرتا۔ میں اکیلا تھا۔ اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا؟ کبھی نہیں چھوڑیگا۔ کیا وہ مجھے ضائع کر دیگا۔ کبھی نہیں ضائع کریگا۔ دشمن ذلیل ہوں گے۔ اور حاسد شرمندہ۔ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ میں اس کے ساتھ ہوں۔ وہ میرے ساتھ ہے۔ کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی۔ اور مجھے اسکی عزت اور جلال کی قسم کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں۔ کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو۔ اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔"

اے اہل بصیرت لوگو! جو مسلمان ہونے کے دعویدار اور محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کا دم بھرتے ہو۔ سوچو تو سہی۔ کہ تم کس انسان کی مخالفت پر کمر بستہ ہو۔ کیا اس مقدس انسان کی مخالفت پر نہیں جو چاہتا ہے۔ کہ "دین کی عظمت ظاہر ہو۔ اس کا جلال چمکے۔ اور اس کا بول بالا ہو"۔ اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر بتاؤ۔ کہ کیا تم اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑا مارنے والے اور اسلام کے لئے مارِ آستین نہیں ہو۔ ہو اور یقیناً ہو۔ تو تم اپنی عاقبت کا فکر کر لو۔ کیونکہ اس کا انجام اچھا نہیں۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ اس تاریخی جنگ میں جو خدا کے مقدس مسیح اور اس کے دشمنوں کے درمیان ہوئی۔ کون غالب ہوا۔ اور کس کو منہ کی کھانی پڑی۔ سے

صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار

کیا تم دیکھتے نہیں۔ کہ خدا کے پیارے مسیح کے دل میں دین کی عظمت کا خیال اور مخلوق خدا کی محبت اور ہمدردی اس قدر کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ کہ اللہ اکبر۔ حضرت چاہتے ہیں۔ کہ مخلوق تثلیث اور دیگر شرکوں سے منہ موڑ کر خدائے واحد کی پرستش پہ لگ جائے۔ ہاں وہ چاہتے ہیں۔ کہ مخلوق ظلمت کی راہوں کو چھوڑ کر راہِ راست پر آجائے۔ کیونکہ خدا کے نبی اسی غرض اور مقصد کو لے کر کھڑے ہوتے ہیں۔ حضرت نہایت ہی پر درد الفاظ میں دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اے قادر اور کامل خدا جو ہمیشہ نبیوں سے ظاہر ہوتا رہا۔ اور ظاہر ہوتا رہے گا۔ یہ فیصلہ جلد کر کہ پگٹ اور ڈوئی کا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کر دے۔ کیونکہ اس زمانہ میں تیرے عاجز بندے اپنے جیسے انسانوں کی پرستش میں گرفتار ہو کر تجھ سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ سو اے ہمارے پیارے خدا ان کو اس مخلوق پرستی کے زہر سے رہائی بخش۔ اور اپنے وعدوں کو پورا کر۔ جو اس زمانہ کے لئے تیرے تمام نبیوں نے کئے ہیں۔ اور ان کانٹوں میں سے ان زخمی لوگوں کو باہر نکال اور حقیقی نجات کے سرچشمہ سے ان کو سیراب کر۔ کیونکہ سب نجات تیری معرفت اور تیری محبت میں ہے۔ کسی انسان کے خون میں نجات نہیں اے رحیم کریم خدا۔ ان کی مخلوق پرستی پر بہت زمانہ گزر گیا ہے۔ اب ان پر رحم کر اور ان کی آنکھیں کھول دے۔ اے قادر اور رحیم خدا سب کچھ تیرے ہاتھ میں ہے۔ اب تو ان بندوں کو اس اسیری سے رہائی بخش۔ اور صلیب اور خونِ مسیح کے خیالات سے ان کو بچا لے۔ اے قادر خدا۔ ان کے لئے میری دعائیں سن اور آسمان سے ان کے دلوں میں ایک نور نازل کر۔ تا وہ تجھے دیکھ لیں۔ کون خیال کر سکتا ہے۔ کہ وہ تجھے دیکھیں گے۔ کس کے ضمیر میں ہے۔ کہ وہ مخلوق پرستی کو چھوڑ دیں گے۔ اور تیری آواز سنیں گے۔ پر اے خدا تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ تو نوح کے دنوں کی طرح ان کو ہلاک مت کر۔ آخر وہ تیرے بندے ہیں۔ بلکہ ان پر رحم کر۔ اور ان کے دلوں کو سچائی کے قبول کرنے کے لئے کھول دے۔ ہر ایک قفل کی تیرے ہاتھ میں کنجی ہے۔ جبکہ تو نے مجھے اس کام کے لئے بھیجا ہے۔ سو میں تیرے منہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ کہ میں نامرادی سے مروں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جو کچھ اپنی وحی سے مجھے تو نے وعدے دئیے ہیں۔ ان وعدوں کو تو پورا کرے گا۔ ضرور کرے گا۔ کیونکہ تو ہمارا صادق خدا ہے۔ اے میرے رحیم خدا اس دنیا میں میرا بہشت کیا ہے۔ بس یہی کہ تیرے بندے مخلوق پرستی سے نجات پا جائیں۔ سو میرا بہشت مجھے عطا کر اور ان لوگوں کے مردوں اور ان لوگوں کی عورتوں اور ان کے بچوں پر یہ حقیقت ظاہر کر دے۔ کہ وہ خدا جس کی طرف توریت اور دوسری پاک کتابوں نے بلایا ہے۔ اس سے وہ بے خبر ہیں۔ اے قادر کریم میری سن کہ تمام طاقتیں تجھ کو ہیں۔ آمین ثم آمین۔ الحکم جلد ۸ نمبر ۱۸۔

کس قدر خدا کے پیارے مسیح کو مخلوق کی ہمدردی لاحق ہے۔ ہر آن وہ چاہتے ہیں۔ کہ مخلوق صراطِ مستقیم پر گامزن ہو۔ مگر وائے حسرت کہ دنیا ایسے مربی ایسے محسن کو نہ صرف ترچھی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ بلکہ اس قدر دشنام دہیوں اور

بدزبانیوں پر اتر آتی ہے۔ کہ خدا کی پناہ۔ پر خدا کا مسیح برابر کام کئے جارہا ہے۔ اور ان دشنام دہیوں اور گالیوں کی ذرہ بھر بھی پروا نہیں کرتا۔

اے خداوند تعالےٰ کے مقدس مسیح اور ہمارے پیارے آقا۔ گو آج تو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے۔ پر یاد رکھ ہم تیرے پروانے تیرے جاں نثار اور فدائی اس وقت تک اس عہد کو جو تیرے ہاتھ پر یا تیرے پیارے محمود کے ہاتھ پر کیا تھا۔ کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ نہ بھولیں گے۔ اور نہ چین سے زندگی بسر کریں گے۔ جب تک تیرے جھنڈے تلے تمام دنیا کو نہ لے آئیں۔ ہماری امنگیں اور ہمارے حوصلے اس قدر بلند ہیں۔ کہ عوام کے لئے ان کا اندازہ کرنا دشوار ہے۔ ہم اپنے پیارے مولیٰ پر کامل یقین اور ایمان رکھتے ہیں۔ کہ وہ ہمیں بلند کرے گا۔ اس قدر بلند کہ فلک کے چاند اور ستارے ہمارے پاؤں تلے اپنی سعادت سمجھیں گے۔ بے شک وہ وعدے پورے ہوں گے۔ جن کی خبر تیرے مبعوث کرنے والے خدا نے تجھے دی تھی۔ ؎

ایک مدت سے تھا کفر اسلام کو کھا تا رہا
اب یقین سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

پس " اے تمام لوگو! سُن رکھو کہ یہ اسکی پیشگوئی ہے۔ جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا۔ اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر اسکو غلبہ بخشیگا۔ وہ دن آتے ہیں۔ بلکہ قریب ہیں۔ کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا۔ جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا۔ اور ہر ایک جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے۔ نامراد رکھیگا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آ جائیگی"۔ (تذکرۃ الشہادتین ص ۶۵)

مبارک ہیں وے جو درخت کو اپنے پھلوں سے پہچان کر صداقت کو جلد قبول کرتے ہیں۔ کیونکہ وہی ہیں۔ جو خدا کے محبوب اور مقرب بندے ہیں۔ اے پیارے خدا تو ان کی حالت پر رحم فرما۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

خواجہ خورشید احمد مجاہد سیالکوٹی حال قادیان دارالامان۔

اطلاع۔ جو فاروق کا چندہ آپ کے ذمہ باقی ہے۔ یا سال رواں کا واجب ہے جلد ارسال کر دیں۔ (مینیجر)

پیغامی مشن

نبوّت۔ اس کا ارتقاء اور اختتام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عنوان مندرجہ صدر سے اخبار "پیغام الصلح" مورخہ ۱۲ر اپریل ۳۸ء میں شیخ محمد آصف صاحب بی۔اے کا ایک مضمون شائع ہؤا ہے۔ شیخ صاحب نے عالم کائنات کے اصولِ ارتقاء کے پیش نظر یہ ثابت کرنے کی سعی کی ہے۔ کہ نبوت ارتقائی منزلیں طے کرتی ہوئی حضرت رسول کریم صلعم کی شخصیت میں اوج کمال کو پہنچکر ہمیشہ کے لئے اپنے فرائض سے سبکدوش ہو گئی۔ بعد ازاں نبوت کا یوں کامل ہو کے آئندہ اجرائے نبوت کی صورت میں آفادۂ زوال ہونا کوئی معقول بات نہیں۔ بلکہ ملتِ اسلامیہ کی وحدت کو پاش پاش کرنا ہے۔

اس حقیقت کے تسلیم کرنے سے کوئی اہل دانش و بینش انکار نہیں کر سکتا۔ کہ خالق کائنات نے روزِ ازل سے تخلیق و ترکیب عالم میں یہ امر مخفی رکھا ہے۔ کہ عالم کائنات کے گوناگوں اسباب بالتدریج ارتقائی منزلیں طے کرتے جائیں۔ اور بالآخر کثرت سے وحدت میں منتقل ہوتے ہوئے توحید ربی کا ثبوت ہوں۔ یہی بات عالم نبوت میں پائی جاتی ہے۔ جسکی جھلک ابتدائے عالم سے مختلف زمانوں۔ ملکوں اور قوموں میں حسب ضرورت ظاہر ہوتی رہی تا آنکہ آج سے سیزدہ صد سال قبل جزیرۃ العرب میں حضرت رسول کریم کی شخصیت عظمیٰ میں بدرِ کمال کی صورت میں تکمیل کو پہنچی۔ مگر شیخصاحب کو یہ نظریہ قائم کرنے میں غلطی لگی ہے۔ کہ جو شے اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ وہ اپنے فرائض سے سبکدوش ہو جایا کرتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کے فرائض کی بجاآوری کا موقع پہلے سے بھی ہرچند زیادہ اور ضروری ہو جایا کرتا ہے۔ سوائے اس کے کہ حد کمال سے تجاوز نہ ہو۔ ورنہ اس کا کمال کو پہنچنا فرسودگی کے مترادف ہے۔

ہماری دنیا کا اصول یہ ہے۔ کہ جو شے اپنے فرائض سے سبکدوش ہو جائے۔ وہ بالآخر ناکارآمد ہو کر ضائع ہو جاتی ہے۔ اگر نبوت کے تکمیل پذیر ہونے کا یہی مطلب ہے۔ تو بہ الفاظ دیگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت رسول کریم صلعم کی نبوت کی شان اس سے بڑھ کر نہیں۔ کہ جونہی یہ تکمیل کو پہنچی۔ بے کار۔ فضول اور عبث بن کر رہ گئی اب اس سے کوئی فائدہ اٹھایا نہیں جا سکتا۔ مثلاً طبعی تحقیقات کو لیجئے۔ جوں جوں یہ سلسلہ ترقی کرتا جائے گا۔ توں توں عالم طبعی میں عجائب غرائب ترقیات۔ ایجادات۔ صناعات ظاہر ہوتی چلی جائیں گی۔ اور اگر یہ سلسلہ انتہائی کمال کو پہنچ جائے۔ تو اس صورت میں انسان اس جادوگر کی شکل اختیار کرے گا۔ جس کے دل۔ دماغ۔ زبان اور ہر عضو کے اشارے پر کائنات عالم کی ہر شے مطیع و منقاد نظر آئے۔ اس کے برعکس گمان کرنا کہ طبعی ترقیات کے کمال کے یہ معنے ہوں گے۔ کہ اس روز نیچر (فطرت) اپنے فرائض سے سبکدوش ہو کر بے دست و پا ہو جائے گی۔ از قبیل جہالت ہے۔ بلکہ کمال یہ ہے۔ کہ انسانوں کے آرام و آسائش کے لئے مزید محیر العقول وسائل پیدا ہوں۔ کائنات عالم کے غوامض و دقائق انسانی آنکھ کے سامنے برہنہ ہو کر آجائیں۔ اور وہ حسب منشا ان سے مسرت و راحت و لطف اندوز ہؤا کرے۔ جس روز یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ وہ طبعی ترقیات کے خاتمہ کا دن بھی ہوگا۔ اس روز کمال رو بہ زوال ہوگا۔ دوسرے لفظوں میں اسے قیامت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایسا نظریہ ختم نبوت کے متعلق قائم کرنا افلاسِ عقل و فہم کی دلیل پیش کرنا ہے۔ جسے کوئی بھی صائب الرائے قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتا۔ تکمیل نبوت اسی صورت میں کارآمد مفید ہو سکتی ہے۔ جبکہ بدرِ نبوت میں ستاروں کو نورِ نبوت سے مستفیض کرنے کی اہلیت ہو۔ اور ستارے حسب استطاعت و حسب ظرف مشکوٰۃ نبوت سے کسب ضیاء کر سکیں کمال کے معنے تو یہی ہیں۔ کہ حصول نبوت میں حلقہ بگوشانِ اسلام کو وہ آسانیاں بہم پہنچ جائیں۔ جو تکمیل نبوت سے قبل امم سابقہ کو حاصل نہ تھیں قانونِ قدرت کا کمال اسی کا نام ہے۔

ضرورتِ نبوت۔ تخلیق عالم کی غرض اور انبیاء کی آمد کا مقصد یہ ہے۔ کہ انسان اپنے خالق و مالک کا عرفان حاصل کرے۔ اسلئے خدا تعالےٰ نے برگزیدوں کا سلسلہ قائم کیا۔ جو ضرورت کے وقت دنیا میں آتے اور مخلوق خدا کو خدا کے وصل کے ذرائع بتاتے۔ ان کے لئے نمونہ قائم کرتے اور ان کو علم و عرفان اور رشد و ہدایت کی دولت سے مالا مال کرتے تھے۔ انسانی فطرت سہو و ذہول کی طرف واقع ہوئی ہے۔ اور خطا و نسیان سے مرکب ہے۔ فطرتاً انسان ایسے رہنماؤں اور مصلحین کی ہدایت کا محتاج ہے۔ جو اس کے قریب تر زمانے یا ملک میں ظہور پذیر ہوں۔ اور اسکو بار بار جگاتے اور ہوش میں لاتے رہیں۔ جب تک انسانی فطرت کے خمیر میں تبدیلی نہیں کی جائیگی۔ مروجہ اصول اور سابقہ لائحہ حیات سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ غفلت۔ جمود۔ قنوط۔ گمراہی اسکی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہیں۔ اور یہ حیوانِ ناطق جھنجوڑ جھنجوڑ کر بیدار کئے جانے کے لائق ہے۔ قدرت نے مزید براں اسے نقال بھی بنایا ہے۔ اور ہر وقت پیش نظر نمونے کا محتاج ہے۔ بایں حالات انسان اسی طرح نورِ ہدایت کا محتاج نظر آتا ہے۔ جس طرح قرنہائے ماسبق میں تھا۔ مادیت کی ترقی جو انسان کے اندر عُجب و تکبر کا مادہ پیدا کرتی ہے اس ضرورت کی شدت زوردار الفاظ میں بیان کرتی ہے۔ لہذا کیا کوئی پسند کر سکتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی سنت پر بلا وجہ تغیر و تبدل واقع ہو۔ حالانکہ خدائے علیم و بصیر نے اسی ضرورت کے ماتحت ہر سو سال پر مجدد دین بھیجنے کا سلسلہ مقرر کر دیا ہے۔ جب تک اس ذی شعور کا مسکن یہی کرہ عالم ہے۔ وہ نورِ ہدایت سے استفاضہ حاصل کرنے کا سخت محتاج ہے۔

نبوت فطرتی امر ہے

صانع قدرت نے عنصر نبوت کثیر یا قلیل حالت میں انسانی فطرت میں ودیعت کیا۔ اگر انسان اسکی جِلا کا باعث ہو۔ تو یہ صیقل ہو جاتی ہے۔ ورنہ زنگ خوردہ ہو کر ضائع ہو جاتی ہے۔ شیخ صاحب نے یہ امر بایں الفاظ خود تسلیم کیا ہے کہ:۔ "نبوت کو ایسی تحریک طبعی خیال کرنا چاہیئے۔ جو انسان کی تقویت اور حفاظت کے لئے اسمیں ودیعت کی گئی ہے"۔

تحریک طبعی ہوتے انسان اس سے عاری نہیں ہو سکتے۔ دنیا کی طبعی۔ علمی۔ فکری۔ ذہنی ترقیات خدا تعالےٰ نے لیلۃ القدر سے وابستہ کی ہیں۔ جبکہ خدا تعالےٰ کا نبی اس دنیا میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ کائنات عالم کے تمام طبقات میں جنبش پیدا ہو جاتی ہے۔ خدا تعالےٰ کے فرشتے مستعد دلوں پر اترتے ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فطرت اپنے خزانے اگلتی ہے۔ انسانی استعدادیں بمنصۂ شہود آتی ہیں۔ اور طبعی۔ علمی۔ فنی ترقیات ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ زمانے میں جس قدر زیادہ ظلمت اور ضلالت پھیلی ہوتی ہے۔ اسی قدر عظیم الشان ہستی کا خدا کی طرف سے نزول ہوتا ہے۔ اگر لیلۃ القدر یا بہ الفاظ دیگر انبیاء کی آمد مقطوع ہو جاتی۔ تو اس زمانے کی ترقیات ہرگز بوجود نہ آتیں۔ یہ سب حضرت مسیح موعود کی ذات بابرکات کے طفیل ہے۔ کہ ہم موجودہ زمانے میں اس قدر کار آمد ایجادات اور صناعات دیکھتے ہیں۔ انبیاء کی آمد اور طبعی انکشافات کا ظہور دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اگر طبعی ترقیات کا سلسلہ غیر مقطوع نظر آتا ہے۔ تو نبوت کی سلک درہائے آبدار سے کیسے خالی رہے گی۔ ارتقائے نبوت کے مسئلہ پر بھی غور کرنے سے یہ امر عیاں ہے۔ کہ سلسلہ نبوت تشریعی نبی کی صورت میں حضرت رسول کریم کی شخصیت میں انتہائے کمال کو پہنچ کر ان معنوں میں ختم ہو گیا۔ کہ اب اس حد کمال سے تجاوز کرنا بشری طاقت سے بالا ہے۔ ورنہ اس کے یہ معنے ہرگز قبول کرنے کے لائق نہیں۔ کہ جادۂ نبوت پر گامزن ہونے والے امت مسلمہ کے افراد ظلی۔ بروزی۔ امتی نبی بھی نہیں بن سکتے۔ اگر اس نظریہ کو قبول کیا جائے۔ تو یہ تحریک طبعی کا رد عمل ہو گا۔ قانون قدرت میں کسی قسم کی شکست و ریخت قیامت سے پہلے امر ممتنع ہے۔

ضرورت زمانہ

ضرورتِ زمانہ کے لحاظ سے بھی انبیاء کی آمد لازمی ہے۔ کیونکہ جب ازمنہ گذشتہ کی ظلمت و ضلالت اصلاح خلق کے لئے انبیاء کا تقاضا کرتی رہی ہے۔ تو عصر حاضرہ میں ان کا وجود بصد گنا زیادہ اصلاح خلق کے لئے ضروری ہے۔ میں تفصیل سے عمداً اجتناب کرتا ہوں۔ ہر شخص پر عیاں ہے۔ کہ موجودہ زمانے میں بنی نوع کی مشکلات۔ پریشانیاں بین الاقوامی مسائل۔ بے دینی۔ ظلمت۔ ضلالت قتل و خونریزی کے واقعات۔ مزدور و سرمایہ داری کے جھگڑے۔ آزادی اور غلامی کی متوازی کشمکش۔ مادی ترقیات۔ حریت ضمیر کے بے ہنگم الاپ غرضیکہ کسی لحاظ سے اس زمانے کو الٹ پلٹ کر دیکھ لیا جائے۔ ازمنہ سابقہ کو عصر حاضرہ سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ دنیا کی مخلوق ظلمت اور ضلالت کے لق و دق اور بے آب و گیاہ بیابان میں گم گشتہ ہے۔ اور ایسی امراض مہلکہ کا شکار ہو رہی ہے۔ کہ جب تک کوئی ماہر معالج اس کے معالجہ کے لئے قدرت خداوندی سے مقرر نہیں کیا جاتا۔ اس کا صحتیاب ہونا یقینی طور پر ناممکنات سے ہے۔ کیا آپ امید کر سکتے ہیں۔ کہ دنیا میں معمولی مجددین امت کا سلسلہ دنیا کو پھر خدا کی طرف لوٹانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ کیا آپ ایک سیکنڈ کے لئے بھی یقین کر سکتے ہیں۔ کہ اسی معمولی طریق سے دنیا میں پردہ کی رسم قائم ہو جائے گی۔ اور لہو و لعب جاتے رہیں گے۔ آپ کی جماعت زور لگا کر شہر لاہور میں ہی یہ کام کر دکھائے شیخصاحب! یہ کام صرف نبی اور صرف نبی کا ہی ہو سکتا ہے۔ اور نبی بھی عظیم الشان نبی۔ ناصرہ یا نینوہ کے نبی اس بار گراں کو اپنے نحیف کندھوں پر اٹھانے سے معذور ہیں۔

مولوی محمدؐ علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور پر جب یہ مایوسانہ کیفیت طاری ہوتی ہے۔ تو آپ تو حضرت رسول کریمؐ کو دوبارہ اس دنیا میں مبعوث کرانے کے لئے بارگاہ خداوندی میں دعائیں کرنے پر آ جاتے ہیں۔ حالانکہ حضور رسولِ اکرمؐ تو جب بھی بنفس نفیس اس دنیا میں نزولِ اجلال فرمائیں گے۔ تو حضور پرنور تو تشریعی نبی کی حیثیت میں ہی آئیں گے۔ آپ کی شان میں ذرہ بھر کمی ہونے کی بجائے آگے سے بڑھی ہوئی ضرور ہو گی جب آپ تشریعی نبی کی آمد کے متمنی ہو سکتے ہیں تو امتی نبی کی آمد کے عقیدے سے اتنی گھبراہٹ کیوں۔ کہ اسے بالکل نسیًا منسیًا کر دینے پر تل جائیں۔ ؎

من از ہمدردیت گفتم تو خود ہم فکر کن بارے
خرد از بہر ایں روز است اے دانا و ہشیارے

باقی رہا شیخ صاحب کا وحدت ملّی کو پاش پاش کرنے کا خیال۔ یہ عجیب مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے۔ جب وحدت ملی ہے ہی نہیں۔ تو اسے پاش پاش کرنے کا کیا مطلب۔ حقیقی وحدت ملی انبیاء کے وجود سے قائم ہوا کرتی ہے۔ باقی سب فتنہ و فساد کا پیکر ہیں۔ جو ناپائیداری کا اثر رکھتے ہیں۔ جس کا شاندار مظاہرہ آج کل لکھنؤ میں شیعہ سُنّی سر پھٹول سے ہو رہا ہے۔

خاکسار امیر عالم پٹیالوی

طبی کالم

ہیضے کا علاج

ہندوستان کے مختلف گوشوں سے ہیضہ پھیلنے کی خبریں آ رہی ہیں۔ یہ موذی مرض جب پھیلتا ہے۔ تو ہزاروں انسان اس کے شکار ہو جاتے ہیں۔ امرا کی آسائش اور اطمینان کے لئے تو بہتری چیزیں ہیں۔ لیکن غریبوں کے لئے کسی سہل الحصول اور کم قیمت دوا کی ضرورت ہے۔ لہذا یہ سہل الحصول کم قیمت اور سو فیصدی مجرب و مفید نسخہ مشتہر کرتا ہوں۔ تاکہ ہیضہ کے دنوں میں عامۃ الناس اسے استعمال کر کے فائدہ اٹھا سکیں۔

افیون خالص نصف گرین۔ مرچ سرخ بمعہ بیج ایک گرین۔ ہینگ دو گرین۔ لعاب صمغ عربی کی مدد سے ان سب کی ایک گولی بنالیں۔ مریض ہیضہ کو اس وقت کھلائیں۔ جب کچھ اسہال ہو چکے ہیں۔ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ایسی ہی خوراک کھلاتے رہیں۔ لیکن دن بھر مریض کو کوئی اور چیز نہ کھلائی جائے۔ ورنہ ہیضہ کا استیصال مشکل اور مریض کا زیان اغلب ہو جائے گا۔ (ماخوذ)

حفظ صحت کیلئے جاپانی احکام

اخبار "فیجی شمپو" کے مطابق قدیم جاپانی مذہبی احکام تندرستی اور درازیِ عمر کے متعلق حسب ذیل تھے:۔

(۱) زیادہ سے زیادہ وقت جو تم بسر کر سکتے ہو۔ کھلی ہوا میں بسر کرو۔ (۲) دن میں ایک مرتبہ سے زیادہ ہرگز گوشت نہ کھاؤ۔ (۳) تیز گرم پانی سے روزانہ ایک مرتبہ غسل کرو (۴) گرم اور کھردرے کپڑے پہنا کرو (۵) شام کو جلدی سو جاؤ۔ اور صبح کو تڑکے سے اٹھ بیٹھو۔ (۶) روزمرہ رات کو کم سے کم چھ گھنٹے اور زیادہ سے زیادہ سات گھنٹے سویا کرو۔ اور ہمیشہ تاریک کمرے میں کھڑکیاں کھول کر سویا کرو۔ (۷) ہمیشہ چھ دن کے بعد ساتویں دن آرام کیا کرو۔ اور اس روز پڑھنے لکھنے کا بھی کوئی کام نہ کیا کرو (۸) کبھی کسی حالت میں بھی غصہ کا اظہار نہ کیا کرو۔ دماغ سے بہت زیادہ بہت عرصہ تک کام نہ لیا کرو۔ (۹) شادی اوائل عمر میں کیا کرو۔ بیواؤں کو اور ان مردوں کو جن کی بیوی مر گئی ہو۔ جلد سے جلد دوسری شادی کر لینی چاہیئے۔ (۱۰) چاء اور قہوہ کم مقدار میں انتہائی اعتدال کے ساتھ پیو۔ تمباکو کو بالکل استعمال نہ کرنا چاہیئے۔ اور شراب کو کسی صورت میں بھی ہاتھ نہ لگانا چاہیئے۔ (۱۱) گرم کمروں میں نہ رہا کرو۔ بالخصوص ایسے کمروں میں جنہیں آگ جلا کر گرم کیا گیا ہو۔ (۱۲) بدن کے جو اعضاء کثرت استعمال یا عمر کی زیادتی کی وجہ سے ضعیف ہو جائیں۔ انہیں طاقت دینے کے لئے جانوروں کے وہی اعضاء کھایا کرو۔ کہ جو تمہارے بدن میں کمزور ہیں۔ (ماخوذ)

تفریحی کالم

مولوی سالک صاحب مدیر انقلاب ماہ گذشتہ قادیان میں ایک تقریب ولیمہ پر تشریف لائے تھے۔ اپنی تشریف آوری کا تذکرہ آپ نے "افکار و حوادث" کے کالموں میں جس خوبی سے فرمایا ہے۔ وہ ناظرین فاروق کی تفنن طبع کے لئے فاروق کے تفریحی کالم میں انقلاب سے نقل کر دیا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔ کہ " ۱۴ راپریل کا ذکر ہے۔ مدیر "افکار" کو اپنے ایک نہایت عزیز دوست اور بھائی مولوی عبد الوہاب عمر کی دعوت ولیمہ پر قادیان جانے کا اتفاق ہوا۔ راقم کو اس امر پر فخر ہے۔ کہ اختلاف عقائد کے باوجود بہت سے احمدی حضرات راقم سے برادرانہ محبت و الفت رکھتے ہیں۔ اور ان میں مولوی عبد الوہاب عمر کو خصوصیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سالک جیسا "گل محمد قسم" کا آدمی جو زلزلہ آ جانے پر بھی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ محض محبت کے رشتے میں بندھا ہوا لاہور سے چل کر قادیان پہنچ گیا۔ وہاں احباب نے اس گدائے بے نوا کی پذیرائی اور خاطر مدارت میں جو اہتمام کیا۔ اس کا مفصل تذکرہ نہ ضروری ہے۔ اور نہ اتنے الفاظ میسر ہیں۔ کہ بیان کا حق ادا ہو سکے۔

اگرچہ قادیان بہت سی دلچسپ شخصیتوں سے آباد ہے۔ لیکن خلوص و محبت کے علاوہ دوسری بے شمار دلچسپیوں کے اعتبار سے حکیم عبد العزیز خانصاحب مالک "طبی عجائب گھر" کو امتیاز خصوصی حاصل ہے۔ یہ صاحب ہمارے میزبان قرار پائے۔ اور حق یہ ہے۔ کہ میزبانی حق بھی انہیں کا ہے۔ کئی روز سے گیارہ بٹیروں کو مقویات کی گولیاں کھلا رہے تھے۔ چنانچہ وہی بٹیر ہمارے نزولِ اجلال پر ذبح کئے گئے۔ اور دستر خوان پر ان کی پوری ٹیم کھڑی کر دی گئی۔ خان صاحب کا ایک "مرض"، خاص طور پر شہرت حاصل کر چکا ہے۔ جس کا نام ہم نے "زعفرانی خولیا" تجویز کیا چاولوں میں زعفران۔ بٹیروں میں زعفران۔ سالن میں زعفران۔ اور سب سے بڑھ کر چائے میں زعفران۔

بہتیرا کہا۔ کہ بندۂ خدا۔ اگر زعفران چائے میں ڈالنی بھی ہو۔ تو سردی کے موسم میں اور وہ بھی سبز چائے میں ڈالنی چاہیئے۔ لیکن خانصاحب کب کسی کی سنتے ہیں۔ اسّی قسم کی ہندوستانی اور غیر ملکی چائے آپ کے "عجائب گھر" میں ہر وقت موجود رہتی ہے۔ اور چائے کے رسیا دوستوں کا مجمع ہر روز

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آپ کے دولتکدہ پر بن بلائے آن موجود ہوتا ہے۔ ناراض بھی ہوتے ہیں۔ ڈانٹ ڈپٹ بھی دیتے ہیں۔ کہ "چلے جاؤ۔ یہاں کیا چائے کا نلکا لگا ہؤا ہے؟" لیکن دوست بھی جانتے ہیں۔ کہ یہ ڈانٹ ڈپٹ محبت کا منظاہرہ ہے۔ اور خانصاحب کی کیفیت بھی یہی ہے۔ کہ اگر بفرض محال کوئی دوست ناراض ہوکر اٹھ کھڑا ہو۔ تو خانصاحب بے حد مضطرب ہوتے ہیں۔ اور جب تک اسے اعلیٰ درجہ کی زعفرانی چائے پلا نہیں لیتے۔ قرار نہیں پکڑتے۔

مولوی عبدالوہاب عمر کی ہمراہی میں ہم نے قادیان کا چپہ چپہ دیکھ لیا۔ صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر۔ مساجد۔ یادگاریں۔ مدارس۔ مشاہیر سلسلہ کی شخصیتیں۔ یہاں تک کہ بعض نمایاں دکانیں بھی دیکھ ڈالیں۔ لیکن خانصاحب کو ہمارے ان مشاغل سے کوئی سروکار نہ تھا۔ وہ گھر میں بیٹھے "پخت وپز" ہی میں مصروف رہتے۔ اور جب ہم آوارہ گردی کر کے واپس آتے۔ تو میزوں پر الوانِ نعمت کا ایک انبار لگا ہوتا۔

دواؤں میں کام آنے والے بیش قیمت پتھر۔ مشک۔ عنبر۔ سلاجیت۔ شہد۔ زعفران اور خدا جانے کیا کچھ الابلا ان کے عجائب گھر میں بھری رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ اسبغول اور بنفشہ کو بھی خاص اہتمام سے صاف کر کے رکھا جاتا ہے۔ اور ہمارا خیال ہے۔ کہ یونانی دواؤں سے پورا فائدہ حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ کہ دوائیں خالص اور صاف شدہ حاصل کی جائیں۔

لیکن بے نیازی کی کیفیت یہ ہے۔ کہ اگر خانصاحب اپنے دوستوں کے ساتھ خوش گپیوں میں یا چائے نوشی میں مصروف ہوں۔ اور کوئی گاہک آجائے۔ تو اسے ٹالنے کی انتہائی کوشش کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی تجارت کے سلسلے میں روپیہ اتنا عزیز نہیں۔ جتنی دوائیں عزیز ہیں۔ جن کی مفارقت آپ کو گوارا نہیں۔

شیخ رحمت اللہ شاکر منیجر "الفضل" کو خان صاحب کی خدمت میں خصوصی نیاز حاصل ہے۔ (راقم اور شاکر صاحب اور خانصاحب ایک ہی برادری سے تعلق رکھتے ہیں) مینہ ہو یا آندھی۔ طوفان ہو یا سیلاب۔ ابر ہو یا دھوپ۔ کوئی دوسرا دوست پاس پھٹکے یا نہ پھٹکے۔ شاکر صاحب کی چائے مستقل طور پر خاں صاحب کے ہاں بندھی ہوئی ہے۔ پہلے دنوں میں خانصاحب اس بلائے مبرم سے کسی قدر گھبراتے بھی رہے۔ ایک آدھ دفعہ رستہ تڑانے کی کوشش بھی کی۔ لیکن اب سمجھ گئے ہیں۔ کہ یہ شخص لا علاج ہے۔ چنانچہ نہایت سکون قلب سے ان کو چائے پلا دیتے ہیں۔

بے شمار احباب دعوت ولیمہ میں مہر صاحب کے شریک نہ ہونے پر متاسف تھے۔ لیکن ہم نے ان سے کہا۔ کہ مہر صاحب آجاتے۔ تو کوئی بڑی بات نہ تھی۔ کیونکہ وہ تو سیلانی آدمی ہیں۔ ہر جگہ ہی چلے جاتے ہیں۔ ہمارا آنا ایک تاریخی واقعہ ہے۔ کیونکہ ہم چھبیس سال کے بعد قادیان میں نازل ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ سالک اور مہر دونوں اکٹھے لاہور سے باہر کیونکر جا سکتے ہیں۔ بیرونِ لاہور ہم دونوں رفیقوں پر یہ شعر بالکل صادق آتا ہے ؎

ہم اور مہر دونوں یکجا ہم نہ ہوں گے
ہم ہونگے وہ نہ ہونگے وہ ہونگے ہم نہ ہونگے

روشن:۔ شو کیا تمہاری یادداشت بہت تیز ہے؟

شو:۔ بے شک جو بات ایک دفعہ میرے دماغ میں بیٹھ جاوے۔ پھر وہ تمام عمر نہیں بھولتی۔

روشن:۔ چار ماہ ہوئے۔ میں نے تم کو دو روپے قرض دیئے تھے۔ وہ تو یاد نہیں۔

شو:۔ وہ روپے میری جیب میں گئے تھے۔ ان کا دماغ سے کیا تعلق۔

مجسٹریٹ:۔ یہ اتنی بھاری اور لمبی لاٹھی لیکر تم عدالت میں کیوں آئے۔

ملزم:۔ حضور لوگوں نے مجھے رائے دی تھی۔ کہ اپنی مدافعت کا پورا پورا انتظام کر کے حاضر ہونا چاہیئے۔

شب کے تیسرے پہر کسی ڈاکٹر کے مکان پر ایک اجنبی نے دستک دی۔ ڈاکٹر کسی ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہتا تھا۔ اجنبی نے گھبرائی ہوئی آواز سے کہا۔ آپ کو اسی وقت یہاں دس میل دور فاصلہ گاؤں میں چلنا ہوگا۔ ڈاکٹر دل میں بڑا خوش ہؤا۔ کہ مریض غالباً بستر مرگ پر ہوگا۔ تبھی تو اس ناوقت میں طلبی ہوئی ہے۔ جھٹ پٹ کپڑے پہن کر اس نے موٹر نکالی اور اجنبی کو فوراً اس کے گاؤں پہنچا دیا۔ اس نے پوچھا ؎

چیدہ خبریں

—— کیمل پور ۲۸ راپریل۔ صوبہ سرحد کی ایک نیم سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ گذشتہ سال میں نومبر کے اخیر تک قتل کی ۶۲۷ وارداتیں ہوئیں۔ صرف نومبر کے مہینے میں ۵۳ قتل ہوئے۔ زیادہ وارداتیں ضلع پشاور میں ہوئیں۔ ڈاکوں کی وارداتوں میں بھی بھاری اضافہ ہؤا۔

—— کیمل پور۔ ۲۸ راپریل۔ وزیرستان کے آزاد علاقہ کے قبائلوں نے ایک نئی تحریک کا آغاز کیا ہے۔ انہوں نے تمام مرد و زن کو ہدایت کردی ہے۔ کہ وہ جغرافیہ و تواریخ کی اہم باتوں کے علاوہ قرآن اور اسکی ضروری آیات سیکھنا شروع کردیں۔ اس کام کے لئے قریباً یکصد خواندہ مہمندوں نے اپنی خدمات ایک سوسائٹی کے حوالہ کردی ہیں۔ دیوبند اور دیگر علاقہ سے علماء کو اس کام کے لئے آزاد علاقہ میں بلوانے کا انتظام کیا جارہا ہے۔ اور تاریخ و جغرافیہ کی جدید کتب کا آرڈر بھی دے دیا گیا ہے۔ مہمند کے بہت سے سرکردہ ملک ترکی میں فن حرب سیکھنے کے لئے جانے والے ہیں۔ وہاں یہ لوگ اسلحہ سازی اور ہوائی جہازوں کا کام سیکھ کر جس قدر جلدی ممکن ہوسکا۔ واپس آئیں گے۔ اور اس نئی تحریک کی رہنمائی حاجی بادشاہ گل کرے گا۔ جسے مہمندوں نے اپنا بادشاہ مقرر کیا ہے۔

—— بنوں ۲۸ راپریل۔ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ پولیس نے موضع گنجل کے نزدیک ریلوے لائن پر دفن کئے ہوئے دو بم برآمد کئے ہیں۔ ایک بم ریلوے لائن کے دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف تھا۔ پولیس نے بموں کو اسی حالت میں قبضہ میں لے لیا۔ ان بموں کی برآمدگی نے لوگوں میں بھاری سراسیمگی پیدا کردی ہے۔ ایک اور اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ بنوں کے قلعہ کے دروازہ کے نزدیک زمین میں دبا ہؤا ایک اور بم برآمد ہؤا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ بم کے اوپر ایک میخ رکھدی گئی تھی۔ تاکہ اگر اس میخ سے کوئی چھوئے۔ تو بم پھٹ جائے۔ بم کو کھود کر زندہ حالت میں نکال لیا گیا۔ ایک اور اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ گاف کھیلنے کے میدان سے بھی ایک دبا ہؤا بم برآمد ہؤا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ بم ٹین کے ڈبے میں بند تھا۔ اس بم کے متعلق ابھی تک سرکاری طور پر تصدیق نہیں ہوسکی۔ شہر میں ان بموں کے متعلق طرح طرح کی افواہیں پھیل رہی ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ وزیرستان کی

—— پھلور ۲۸ راپریل۔ ہر دو ادسے چونکہ ہیضہ کے بہت سے مریض آئے ہوئے ہیں۔ اس وجہ سے شہر میں ہیضہ شروع ہوگیا ہے۔ آج ایک بھنگی ہیضہ سے مر گیا ہے۔ شہر میں ٹیکے کئے جا رہے ہیں۔ موضع نورا تھانہ بنگہ میں بھی ہیضہ زور شور سے پھیل رہا ہے۔ تین آدمی ہیضہ سے مر چکے ہیں۔ اور ۲۱ بیمار ہیں۔ دیگر مقامات پر بھی ہیضہ کے کیس ہو رہے ہیں۔

—— سیالکوٹ ۲۸ راپریل۔ لالہ سنت رام وکیل نابھ دورہ کرتے ہوئے جب ایک گاؤں میں گئے۔ تو اس گاؤں کے کھیتوں میں جاکر کسانوں کو کانگرس کا پیغام سنانا چاہا۔ تو کسانوں نے کہا۔ کہ فصل کی کٹائی کی وجہ سے ہم کو فرصت نہیں ہے۔ اس پر قومی سکولوں کے جھتہ نے اس گاؤں کے کسانوں کی فصلوں کو کاٹا۔ اور کسانوں کو کہا۔ کہ تم پرچار سنو۔ لوگوں نے ایک آنہ پرچی اور سو فیصدی ووٹ کانگرس کے حق میں دینے کا فیصلہ کیا۔ کھیت میں ہی دوپہر کو کارکنوں نے آرام کیا۔

—— بنوں ۲۸ راپریل۔ ایک ہندو نوجوان ٹانگہ ڈرائیور حسب معمول اپنی کمر میں گھوڑے کی رسی باندھ کر اسے سدھانے وغیرہ کے لئے چکر دے رہا تھا۔ کہ انجن کو آتا دیکھ کر گھوڑا بے قابو ہوگیا۔ اسے قابو میں لانے کے لئے تمام تر کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ اور گھوڑا لڑکے کو بھی ہمراہ گھسیٹتا رہا۔ اس اثنا میں لڑکے کا سر ایک پتھر سے ٹکرانے سے پھٹ گیا۔ اور وہ مر گیا۔ گھوڑے کو بمشکل تمام گرفتار کیا گیا۔

—— پشاور ۲۸ راپریل۔ بنوں کی ایک اطلاع ہے کہ آجکل بنوں میونسپلٹی اور لوکل سلف گورنمنٹ جس کے انچارج آنریری قاضی عطاء اللہ خاں ہیں۔ سخت کشمکش ہو رہی ہے۔ کیونکہ آنریبل قاضی صاحب بنوں کے مشہور کانگرسی لیڈر ماسٹر کیول رام وکیل کو بنوں میونسپلٹی کا سیکرٹری مقرر کرنا نہیں چاہتے۔ برعکس اس کے بنوں میونسپلٹی کے تمام اراکین اور ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹی کا یہ متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ ماسٹر صاحب کو اس عہدہ پر تعینات کیا جائے۔ حکومت بلدیہ کے اس فیصلہ کو منظور کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ایسے ممبران کا خیال ہے۔ کہ وہ اپنی خودداری کو قائم رکھنے کے لئے اور اس بے انصافی کے خلاف احتجاج کے طور پر استعفے داخل کردیں۔

؎ کہئے آپ کی فیس کتنی ہے۔ ڈاکٹر نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔ "ایک گنی" تو یہ لیجئے ایک گنی کہکر اجنبی نے ایک گنی اسے دیتے ہوئے کہا:۔ "بڑے سستے چھوٹے۔ ٹیکسی والا یہاں پہنچانے کے ڈیڑھ پونڈ مانگتا تھا۔ اس وقت یہاں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لڑائی میں جو بم قبائل کے ہاتھ آئے تھے۔ وہ انہوں نے مختلف جگہوں میں گاڑ دیئے ہیں۔ کل نکلسن ہال میں ڈپٹی کمشنر نے ایک جلسہ کرایا۔ جس میں بموں کی وبا کے متعلق روشنی ڈالی گئی۔ اور لوگوں سے امداد کی اپیل کی گئی۔ کانگرسی اصحاب کو بھی تقریریں کرنے کا موقعہ دیا گیا۔ انہوں نے اپنی تقریروں میں کہا۔ کہ یہ قبائل پر سختی کا نتیجہ ہے۔

—— بنوں ۲۸؍ اپریل۔ وادئ اور علاقہ وزیرستان سے آمدہ اطلاعات سے پایا جاتا ہے۔ کہ قبائلی چشمے سے پانی حاصل کرنے میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں۔ اور وہ اکا دکا سرکاری دستے پر حملہ کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ رزمک بریگیڈ کا ایک فوجی دستہ پانی پینے کے لئے چشمے پر گیا۔ تو قبائلیوں نے اس پر گولیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ لیکن کوئی آدمی زخمی نہیں ہوا۔ یہ مقام رزمک سے چھ سات میل کے فاصلہ پر ہے۔

—— کیمل پور ۲۸؍ اپریل۔ علاقہ تیراہ کے افریدیوں میں پھر بے چینی بڑھ گئی ہے۔ کیونکہ ان کے دو فرقوں کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا اس کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ دشمن کی بکری اور مرغی تک کو گولی کا نشانہ بنا دیا جاتا ہے۔ اکثر بزرگ چاہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ پھر معاہدہ ہو جائے۔ لیکن آثار معلوم نہیں ہوتے۔

—— لاہور ۲۹؍ اپریل۔ آج مجلس اتحاد ملت ہند کی ورکنگ کمیٹی کے اعلان کے مطابق نیلی پوشوں نے اینٹی ایمرسن ڈے منایا۔ اس سلسلہ میں نماز جمعہ کے بعد شاہی مسجد میں مسلمانوں کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں مسٹر ابو سعید انور و دیگر نیلی پوشوں نے تقریریں کیں۔ اور ایک قرارداد کے ذریعہ حکومت ہند سے مطالبہ کیا گیا۔ کہ سر ایمرسن سابق گورنر پنجاب کو رخصت ختم ہونے کے بعد دوبارہ پنجاب میں گورنر کے عہدہ پر تعینات نہ کیا جائے۔ اس کے بعد سات نیلی پوشوں پر مشتمل ایک جتھا شہید گنج میں ادائگی نماز کے لئے بصورت جلوس شاہی مسجد سے روانہ ہوا۔ اور اینٹی ایمرسن ڈے کے سلسلہ میں مظاہرہ کرتا ہوا ۵ بجے شام بیرون دہلی دروازہ پہنچا۔ تو پولیس نے ان کو گرفتار کر کے تھانہ کوتوالی پہنچا دیا۔ اینٹی ایمرسن ڈے کے سلسلہ میں ایک اور جلسہ شام کو بیرون موچی دروازہ کے باغ میں منعقد ہوا۔ جس میں نیلی پوش لیڈروں مہر محمد دین۔ حکیم عبد المالک۔ میاں فیروز الدین احمد و دیگر اصحاب نے تقریریں کیں۔ اور سابق گورنر پنجاب سر ایمرسن کو پنجاب میں دوبارہ تعینات نہ کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔

—— کلکتہ ۲۹؍ اپریل۔ ریاست میسور میں گولی چلنے کے واقعہ کے سلسلہ میں مسٹر سبھاش چندر بوس نے ایک بیان جاری کیا ہے۔ جس میں میسور میں گولی چلنے کے واقعہ کی پُر زور مذمت کی گئی ہے۔ آپ نے میسور والوں سے اپیل کی ہے کہ وہ بالکل پُر امن رہیں۔

—— بمبئی۔ ۲۹؍ اپریل۔ یونائیٹڈ پریس کو معلوم ہوا ہے۔ کہ سیٹھ جمنالال بجاج کو سیکر سے اس مطلب کا تار موصول ہوا ہے۔ کہ وزیر اعظم جے پور نے ان شرائط کو منظور نہیں کیا۔ جو راؤ راجہ کے ساتھ سمجھوتہ کے طور پر طے پائی ہیں۔ صورت حالات پھر خراب ہو گئی ہے۔

—— شملہ ۲۹؍ اپریل۔ گورنر جنرل ان کونسل نے فیڈرل کورٹ کے جج سر شاہ سلیمان کے علی گڑھ یونیورسٹی کی وائس چانسلرشپ کے لئے انتخاب کی منظوری دے دی ہے۔

—— راجپورہ ۲۸؍ اپریل۔ سائینوالہ واقع تحصیل راجپورہ میں پرسوں آدھ گھنٹہ میں پانچ موتیں واقع ہوئیں۔ واقعات یوں بیان کئے جاتے ہیں۔ ایک شخص ہیضہ کے عارضہ میں فوت ہو گیا۔ لوگ اسے جلانے کے لئے مرگھٹ میں لے گئے۔ واپس آ کر دیکھا۔ تو اسکی بیوی فوت ہو گئی۔ ایک دوسری عورت نے اسے آ کر دیکھا۔ اور کہا۔ کہ بہن تجھے کیا ہوا؟ اتنا کہنے کے بعد مذکورہ عورت بھی جان بحق ہوئی۔ ایک تیسری عورت کی موت بھی اسجگہ اس واقعہ کو دیکھ کر ہوئی۔ ازاں بعد ایک آدمی آیا۔ اور اس ہولناک نظارہ کو دیکھا۔ اور اپنے جسم خاکی کو وہیں ڈھیر کر دیا۔ اس جانکاہ واقعہ سے گرد و نواح میں سنسنی پھیلی ہوئی ہے۔

—— کوئٹہ ۲۸؍ اپریل۔ موضع سوہلاہ میں ایک ہریجن کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ جس کے منہ میں ڈاڑھی کی طرح بال اگے ہوئے تھے۔ سر پر دو سینگ اور اسکی آنکھیں پچھلی طرف کو تھیں۔ بچہ چند گھنٹے زندہ رہ کر چل بسا۔

—— پیرس (بذریعہ ہوائی ڈاک) شہنشاہ ابی سینیا کو اس کے چند انگریز دوستوں نے مشورہ دیا ہے کہ وہ ابی سینیا میں اٹلی کے ماتحت حکمران بننے کے متعلق مسولینی کی پیشکش کو رد نہ کرے۔ اسکی وہی پوزیشن ہو گی۔ جو سلطان مراکو کی ہے۔ یا اسکی پوزیشن سعودی عرب کے حکمران اور نظام حیدر آباد کے درمیان ہو گی۔ کہا جاتا ہے۔ کہ شہنشاہ ابی سینیا کے انگریز دوستوں نے اسے کہا ہے۔ کہ اگر اس نے نفی میں جواب دیا۔ تو وہ برطانوی حکام کی ہمدردی کھو بیٹھے گا۔ یقین ہے۔ کہ شہنشاہ اب انگلستان سے فرانس آجائے گا۔ فرانس کے دفتر خارجیہ کو لکھا گیا ہے۔ کہ اگر شہنشاہ فرانس کے کسی حصہ میں آ کر سکونت اختیار کرنا چاہے۔ تو گورنمنٹ کا کیا رویہ ہو گا۔ چونکہ فرانس اور اٹلی کے درمیان گفت و شنید ہو رہی ہے۔ اسلئے ممکن ہے۔ کہ فرانس شروع میں شہنشاہ کی طرف چنداں گرمجوشی کا اظہار نہ کرے۔

—— میانوالی ۲۸؍ اپریل۔ چند یوم سے عیسے خیل میں ہیضہ کی شکایت ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جو یاتری ہردوار سے واپس آئے ہیں۔ وہ وہاں سے گنگا جل لا کر لوگوں کو دے رہے ہیں۔ جو شخص گنگا پیتا ہے۔ اسی کو ہیضہ کی شکایت ہو جاتی ہے۔ چند ایک کیس ہو چکے ہیں۔

—— لاہور ۲۹؍ اپریل۔ پولیس نے تلونڈی سندر سنگھ تھانہ پٹی کے قریب نہر سے ایک دیہاتی کی اطلاع پر ایک مسلمان کی لاش قبضہ میں لے لی ہے۔ لاش کا گلا کٹا ہوا ہے۔ ٹانگوں کے دونوں گھٹنے ندارد اور جسم پر شدید زخم تھے۔ تحقیقات ہو رہی ہے۔

—— نئی دہلی ۳۰؍ اپریل۔ بین الاقوامی ریڈ کراس کانفرنس کے سولھویں اجلاس میں ہندوستان کے جو نمائندے شامل ہوں گے۔ ان کی قیادت سر فیروز خاں نون ہائی کمشنر فار انڈیا مقیم لنڈن کریں گے۔

—— یکم مئی کو ہندوستان کے بہت سے مقامات پر ”لیبر ڈے“ منایا گیا۔ مزدوروں کے جلوس نکلے۔ اور جلسے منعقد ہوئے۔

—— پشاور۔ ۲۹؍ اپریل۔ کل صوبہ سرحد کے کابینہ کے اجلاس میں فیصلہ ہوا۔ کہ اس سال گرمیوں میں جوڈیشنل کمشنر کی عدالت ایبٹ آباد جائے گی۔ یہ عدالت پشاور میں ۲۱؍ مئی کو بند ہو گی۔ اور ایبٹ آباد میں ۲۳؍ مئی کو کھلے گی۔

—— لاہور ۳۰؍ اپریل۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ مجلس اتحاد ملت نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ تحریک سول نافرمانی شہید گنج کو جاری رکھیں گے۔ اور کبھی کبھی نیلی پوشوں کے جتھے کو شہید گنج کی طرف بھیجتے رہیں گے۔

—— دہلی ۲؍ مئی۔ چیف کمشنر نے غنڈا ایکٹ کے ماتحت بعض لوگوں کو دہلی سے نکل جانے کا حکم دیا ہے۔

—— حیدر آباد دکن۔ اعلیٰحضرت کی حکومت نے ایک اعلان کے ذریعہ تمام قوموں کے مذہبی مبلغوں پر پابندیاں عائد کر دی ہیں۔ جو بیرون ریاست سے تبلیغ کی غرض سے ریاست میں داخل ہوتے ہیں۔ پہلے یہ پابندی صرف مسلمان مبلغین کے لئے تھی۔

—— برلن ۳۰ اپریل۔ آئندہ سوموار کو ہٹلر اٹلی جائے گا۔ نازیوں کی کثیر تعداد اس کے ہمراہ ہو گی۔

—— لنڈن ۳۰ اپریل۔ فرانس میں چیکوسلاویکیہ پر جرمنوں کے مطالبات کو بہت ہی خطرناک خیال کیا جا رہا ہے۔ لوگوں کی رائے ہے۔ کہ چیکوسلاویکیہ کا معاملہ ایسا نہیں۔ جسے نظر انداز کر دیا جائے۔ اگر واقعات کی رفتار یہی رہی۔ جرمنی کے بیرونی تشدد میں کمی واقع نہ ہوئی۔ اور چیکوسلاویکیہ کو آزاد رہنے دیا گیا۔ تو فرانس مجبور ہو جائے گا۔ کہ چیکوسلاویکیہ کی ہر ممکن امداد کرے۔

—— شنگھائی ۳۰؍ اپریل۔ تازہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ایک بڑے ریلوے اسٹیشن کے قریب چینیوں اور جاپانیوں کے درمیان جو خونریز جنگ ہو رہی تھی۔ اس میں سخت خونریزی کے بعد چینیوں کو عظیم الشان فتح نصیب ہوئی ہے۔

—— حیفہ میں ایک مشہور عرب محمد خلیل کو پھانسی کی سزا دی گئی ہے۔ اس پر الزام تھا۔ کہ اس نے ایک یہودی کو قتل کر دیا تھا۔

—— فلسطین میں جو کشمکش جا رہا ہے۔ اس کے خلاف احتجاج کے طور پر عربوں کی سب سے بڑی جماعت عرب ہائی کمیٹی نے ہڑتال کرانے کی کوشش کی۔ حیفہ۔ ناصرہ۔ جافہ اور دیگر بڑے شہروں کی دوکانیں بند رہیں۔ حکومت نے ان شہروں میں چار دن کے لئے سخت درجہ کا کرفیو آرڈر نافذ کر دیا ہے۔ جو دن کے چوبیس گھنٹوں میں سے ۲۲ گھنٹے نافذ العمل رہا کرے گا۔

—— لنڈن ۲۹؍ اپریل۔ حکومت سپین نے ویلنشیا اور بارسیلونا کے قریب باغیوں کی فوجوں کو روک رکھا ہے۔ اور جنرل فرانکو کو حال کی جنگوں میں سخت نقصان پہنچایا ہے۔ محاذوں پر باغیوں کی فوجیں رکی ہوئی ہیں۔ انہیں آگے نہیں بڑھنے دیا جاتا۔

—— بیت المقدس ۳۰؍ اپریل۔ لنڈن کا ایک پیغام مظہر ہے۔ کہ حیفہ اور یروشلم میں فوجی بارکیں تعمیر کرنے کے لئے حکومت نے ایک بہت بڑی رقم منظور کر لی ہے۔

—— ٹوکیو ۲؍ مئی۔ اب پھر چینی افواج کو شکستیں ہو رہی ہیں۔ شر مٹن چاؤ پر جاپانیوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ جاپانی افواج نے نہایت شدت سے حملے شروع

[illegible]

[illegible]